

صابرین کے لیے خوش خبری

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۱۵۵]

”اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے۔“

## کیا الحاد تقاضائے فطرت ہے؟..... (۱)

الحاد کا نظریہ خدا بیزاری اور مذہب دشمنی پر قائم ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ”اس الحاد کا مطلب ایک مدعیانہ انکار نہیں ہے بلکہ اس کی اپنی تشریح کے مطابق یہ محض ایک طریقہ مطالعہ ہے جو ذہنی اور علمی ارتقاء کے ایک مخصوص دور میں انسان کو حاصل ہوا ہے۔ اس ارتقائی مطالعہ کا لازمی تعلق کسی چیز کے انکار یا اثبات سے نہیں ہے بلکہ وہ مجرد ایک طریق جستجو ہے۔“

جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں دراصل وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ماضی بعید میں بھی نظریہ الحاد کا وجود پایا جاتا رہا ہے۔ حالانکہ وہ ”ذہنی اور علمی ارتقاء“ سے پیشتر کا زمانہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ جس زور و شور اور مدلل انداز میں آج اس کا اظہار کیا جا رہا ہے وہ آج سے پہلے غالباً نہ کیا گیا تھا، بہر حال الحاد کو عقل و فطرت کی صدا بتانے کے لیے ملحدین فلسفیانہ بحث و تخیص کا سہارا لیتے ہیں اور طرز استدلال کا رخ بدل دیتے ہیں، اس طرز استدلال کے بھی تین پہلو ہیں:

۱: خدا سے بے نیاز ہو کر تخلیق کائنات کی توجیہ کی جاسکتی ہے تو خدا کی ضرورت نہیں۔

۲: خدا پرستی انسان کی بہکی ہوئی حالت کا نتیجہ ہے۔ ۳: خدا پرستی ماحول اور آباء و اجداد کے اثر سے پیدا ہوتی ہے۔

پہلے نکتے کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ یہ دنیا اپنے وجود کے لیے خدا کی محتاج نہیں ہے اور نہ اس کو کسی مافوق الفطرت ہستی نے پیدا کیا ہے۔ ہر ایسا خیال جو اس سائنٹیفک تصور سے انحراف کر کے خدا کا وجود اور وجوب ثابت کرے وہ اوہام و خرافات ہے۔ اس کائنات کی حقیقت بجز مادہ کے اور کچھ نہیں، روح مادہ کی ایک خاصیت ہے جو اس وقت رونما ہوتی ہے جب مادہ اپنی ترکیب و ترقی کی خاص حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ سیارات ایک دھماکہ کی برکات ہیں اور دنیا اسی مادے کے پھٹنے سے وجود میں آئی ہے۔

مگر یہ فلسفہ کائنات کی ایسی توجیہ ہے جو راہ حق سے فرار اختیار کر کے نفس کو فریب میں مبتلا تو کر سکتی ہے لیکن انسانی عقل و دماغ کو مطمئن نہیں کر سکتی، چہ جائیکہ اس کو صدائے فطرت کہا جائے، یہاں جس چیز کو بنیاد مان کر دلائل قائم کیے گئے ہیں وہ فی الحقیقت نگاہوں میں قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ بجائے خود اوہام، قیاس اور خرافات کا نتیجہ ہے مگر خیر سے یہ بات اس دور ترقی میں کہی جا رہی ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنی عقل و دانش کے لیے زمانہ قدیم کے افلاطون اور سقراط جیسے ٹیکڑوں عقلاء کو مات کر چکا ہے، بات صرف اتنی سی ہے کہ مذہب کا جو اتنا رنے کے بعد یہ لوگ اس کائنات کی محسوس اور مادی توجیہ کرنا چاہتے تھے تا کہ اپنے عمل کے لیے جواز فراہم کر لیں۔ اسی طے شدہ اسکیم نے انسان کو ظاہر پرستی کا نظریہ دیا جو مظاہر پرستی کے نظریے سے کسی طرح کچھ کم نہ تھا اور زور و اثر بھی تھا، ورنہ کون نہیں جانتا کہ اس دنیا میں صرف مادہ ہی سب کچھ نہیں بلکہ اس کے ماوراء بھی کوئی چیز ہے، محسوسات کا ہی وجود نہیں، ماوراء محسوسات بھی مسلم ہیں، بلکہ جو ہر اصلی وہی ہیں اور مادہ ان کا مظہر یا ان کی ارتقائی حالت کی تصویر ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سب کچھ مادہ ہی ہے اور مادہ کے آگے کوئی چیز نہیں تو آخر اس کا کیا جواب ہے کہ کیا بلا شعور مادہ کی اتفاقی حرکت ہی نے کائنات کے تن مردہ میں روح پھونک دی، ہر چیز میں اس کے مناسب اثرات پیدا کر دیے اور اس کے مزاج و خواص میں توازن برپا کر دیا۔ اگر یہ اتفاقی حادثہ اتنا ہی با اعتماد ہوتا تو کبھی آدمی کو امرت پی کر موت کے گھاٹ بھی اتارنا چاہیے۔ کبھی انسان کو آگ میں ہاتھ ڈال کر ٹھنڈک اور پانی میں ڈال کر حرارت بھی محسوس کرنی چاہیے۔ کبھی سورج کو بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا چاہیے اور مشرق میں غروب ہونا چاہیے۔ کبھی دیاسلائی کی ٹکر سے پانی کا چشمہ بھی ابلنا چاہیے۔ اور کبھی سٹکھیا کھا کر حیات جاودانی بھی حاصل ہونی چاہیے، کیونکہ اتفاق تو بہر حال اتفاق ہے وہ کسی ضابطہ اور قانون کا تو پابند نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو تسلیم کرنا ہوگا کہ دنیا اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ صنایع فطرت کی حسین صنایع کا نمونہ ہے جس نے اس میں حسن ترتیب، توازن و استحکام اور اصول و ضابطہ کا زبردست نظام برپا کیا ہے۔

(مولانا محمد سعید عالم قاسمی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ إِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ جَمِيعُ شَيْءٍ

سہ ماہیہ  
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی  
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

مسک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

# الاعتصم

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

18 ربیع الثانی 1434 ھ جمعۃ المبارک یکم تا 07 مارچ 2013ء

شماره 09 جلد 64

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

## جواہر پارے

صابرین کے لیے خوش خبری

## کلمہ طیبہ

کیا الحاد تقاضے فطرت ہے؟..... (1)

## اداریہ

(مولانا محمد سعود عالم قاسمی)

(حافظ احمد شاہر)

## درس قرآن

تفسیر سورہ یس..... (۶۲)

(مولانا ارشاد الحق اثری)

## درس حدیث

غنیۃ القاری..... (۱۰ آخری)

(تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید رحمہ اللہ)

## مقالات علمیہ

عہد نبوی میں قرآن مجید کی تدوین و ترتیب..... (1)

(مولانا سید بدر الدین طلوی)

## پند و نصائح

انسانی زندگی پر معصیت کے اثرات

(مشتاق احمد عبدالحق)

## تذکرہ علمائے اہل حدیث

مولانا بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ..... (1)

(محمد رمضان یوسف سلقی)

## تبصرہ کتب

عقیدہ ختم نبوت - کتاب الاربعین - فتاویٰ البانیہ

فضیلت برکت - ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی نشریات (محمد سلیم چنیوٹی)

## شعر و ادب

مغربی تہذیب

(ماہر القادری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پراج لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 ڈالر امریکی 60/-

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور - ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## تخریبی مہم

کم و بیش نصف صدی قبل کی بات ہے اُس وقت کہ جب اسرائیل نیا دنیا وجود میں آیا تھا اور اس وقت بعض سیکولر قسم کے مسلمان دینی..... یعنی اسلامی..... غیرت و حمیت کی بجائے عرب قومیت کے عنوان پر یہودیوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی رحمہ اللہ پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو انھوں نے اہل پاکستان کو عموماً اور سیاستدانوں خصوصاً حکمرانوں کو فلسطین کے ذاتی تجربے کے حوالے سے، مشورہ دیا تھا کہ آپ پاکستان کو قومیت، لسانیت اور صوبائی عصبیت کے فتنوں سے بچا کر رکھیں گے تو آپ..... اہل پاکستان..... عافیت میں رہیں گے۔ پاکستان کے سیاستدان اور حکمران عموماً اپنے انہی دوستوں پر اعتماد بلکہ انھما کر تے چلے آئے ہیں جن کی دوستی سے قرآن کریم نے بالصراحت روکا ہوا ہے۔ ان حکمرانوں کی عموماً حیثیت ایسی پتلیوں کی ہوتی ہے جن کی ڈوریاں رات کے اندھیرے میں پردوں کے پیچھے سے ہلتی ہیں۔ وطن عزیز کو چونکہ اپنی سوچ رکھنے والے سیاستدان و حکمران بہت کم نصیب ہوئے۔ اس لیے ہمارے سیاستدانوں اور حکمرانوں نے مفتی اعظم رحمہ اللہ کی اس سوچ کو درخور اعتناء نہ سمجھا اور اس پہلو کو شاید کبھی اہمیت ہی نہ دی۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ ہوا کہ حکومت پاکستان نے قانونی طور پر:

○ اردو کو قومی زبان قرار تو دے دیا لیکن اس کی ترقی اور ترویج کی نہ کوئی قابل ذکر کوشش کی اور نہ ہی اس پر عمل درآمد کرایا جاسکا۔ جس کے نتیجے میں (سابقہ) مشرقی پاکستان میں بنگلہ زبان کو غیر معمولی اہمیت دی جانے لگی جس سے بنگلہ زبان کی عصبیت نمودار ہونے لگی اور اغیار نے لسانی عصبیت کی اس تحریک کو بھرپور پروان چڑھایا۔

○ اسی طرح..... مغربی کے مقابلے میں..... مشرقی عصبیت کو بھی خوب ہوا دی گئی جس کی پذیرائی وطن دشمن حلقے کرنے لگے کہ ان کے مفادات اس میں تھے لیکن حکمرانوں نے اس مسئلے کو میز پر حل کر کے انصاف دینے کی بجائے اس کو ٹیجوں اور اخبارات میں لا کر رد عمل منفی طریقے سے ظاہر کیا جس کو مشرقی پاکستان میں موجود علیحدگی پسند عناصر نے اغیار کے ایجنڈے پر عوام کی آتش غضب کا رخ مغربی پاکستان کی طرف عموماً اور پنجاب کی طرف خصوصاً موڑ دیا جس کے جواب میں مرکزی حکمرانوں نے غیر حکیمانہ اور غیر منصفانہ طرز عمل اختیار کیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ وہ سب کے سامنے ہے اس کو دہرانے کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی ہمت!

○ پھر پاکستان کے ایک حکمران خاندان کی طرف منسوب کراچی میں..... بہ ظاہر..... لسانی تعصب نے ایسی انگڑائی لی اور ایسا اودھم مچایا کہ تب سے اب تک کراچی فسادات سے نجات نہ پاسکا اور اب فسادات وہاں کا معمول بن چکے ہیں۔ یہ فسادات ابتداءً لسانی کہے اور سمجھے جاتے تھے جس میں کبھی کوئی گروپ غالب آجاتا اور کبھی کوئی گروپ لیکن حکومت کی غیر دانش مندانہ پالیسیوں سے ان فسادات کی نسبت مسالک کی طرف ہونے لگی اور ان ہنگاموں کو فرقہ وارانہ کہا جانے لگا۔ اب کراچی میں اہل سنت کے جید علماء، فاضل مدرسین، اعلیٰ پائے کے مفتی حضرات اور مدارس کے پردیسی طلباء ”نا معلوم افراد“ کے ہاتھوں لقمہ اجل بننے لگے بلکہ اب تک بن رہے ہیں۔ اسی طرح بعض بے گناہ غرباء اور شریف تاجر بھی اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے لگے جس کا شاید ہی کبھی کوئی مجرم ہاتھ آیا ہو۔ اس بارے میں بھی ہمارا حسن ظن..... حسب سابق..... یہی ہے کہ کسی بھی مسلک کا کوئی بھی عالم مسلکی اختلاف پر قتل تو کجا اس کی اجازت بھی نہیں دیتا بلکہ اس کی نکیر اور مذمت

کرتا ہے لیکن دشمن کبھی کسی مسلک کی آڑ لے کر بے گناہوں کو قتل کرتا ہے اور کبھی کسی مسلک کی آڑ لے کر اور ہماری حکومتی مشینری کبھی کسی اہل سنت کی تنظیم کی طرف قیاس کے گھوڑے دوڑا دیتی ہے اور کبھی فقہ جعفریہ کی کسی تنظیم کی طرف۔ مسلکی آڑ میں قتل و غارت گری کے مقاصد عموماً عالمی طور پر اور کبھی مقامی طور پر سیاسی ہی ہوتے ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد وطن عزیز میں عدم استحکام اور انارکی پھیلانا ہوتا ہے۔ کوئٹہ کے دونوں خونریز حادثے اور کراچی میں علماء کے پے در پے قتل یقیناً عالمی سیاسی دہشت گردی کا حصہ ہیں لیکن آفریں ہے وزارت داخلہ اور اس کے سیما ب صفت یا شعلہ فشاں وزیر صاحب پر کہ ان کو حادثہ ہوتے ہی کسی نہ کسی دہشت گرد گروپ کی طرف سے ذمہ داری قبول کرنے کی اطلاع مل جاتی ہے جسے وہ اخبارات کو جاری کرنے میں لحد بھر بھی تاخیر نہیں کرتے کہ مبادا کسی کا ذہن پاکستان کے کسی ”محسن“ یا ”محبوب“ کی طرف منتقل ہو جائے۔

غیر اسلامی ممالک کے ہاں امور دنیا میں انہماک کی وجہ سے چونکہ فرصت بہت کمیاب ہوتی ہے حتیٰ کہ نہ خاوند کو بیوی کے لیے اور نہ بیوی کو خاوند اور بچوں کے لیے فرصت ہوتی ہے اور نہ والدین کے لیے تو خیر ہونی ہی کیا ہے۔ اس لیے وہ اس کوتاہی کی تلافی کے لیے کبھی ماں کا، کبھی باپ کا عالمی دن مناتے ہیں اور کبھی وہ بچوں کا، اسلام نے مسلمانوں کے معمولات یومیہ کے متعلق اس طرح راہنمائی فرمادی ہے کہ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد خود بہ خود ادا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام نے صرف سال بھر میں دو ہی دنوں..... عید الفطر، عید الاضحیٰ..... کو اہمیت دی ہے ان کا تعلق بھی عبادات سے ہے باقی دین اسلام عمل کو ترجیح دیتا، عمل پر ہی نتائج مرتب کرتا اور احکامات نافذ کرتا ہے۔

اخبارات سے علم ہوا کہ گزشتہ دنوں مغرب کی اندھی تقلید میں عالمی طور پر مادری زبان کا دن منایا گیا، جس کی آڑ لے کر بعض لبرل عناصر نے جلوس نکالے کہ بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ ان جلو سوں کو دیکھ کر ایک تو یہ احساس ہوا کہ کیا یہ قومی زبان کی تضحیک نہیں؟ اور پھر اس پر حکومت کی خاموشی چہ معنی دارد!

دوسرا خیال یہ آیا کہ دوسری زبانوں اور صوبوں کو چھوڑیں، ہم صوبائی سطح پر پنجاب ہی کو لیتے ہیں کہ پنجاب جہاں..... گھوگی..... سے شروع ہوتا ہے وہاں ریاستی زبان بولی جاتی ہے جس میں سرانیکی کی آمیزش ہوتی ہے، اس کے بعد سرانیکی علاقہ آ جاتا ہے جہاں سرانیکی زبان بولی جاتی ہے جو بہر صورت اپنا ایک تشخص رکھتی ہے، اس کے بعد ساہیوال، فیصل آباد کے گرد و نواح، سرگودھا، خوشاب کے آس پاس، ادھر لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، جہلم، گجرات کے ملحقہ پھر راولپنڈی سے اٹک تک ہر علاقے کی زبان کو اگرچہ پنجابی ہی کہا جاسکتا ہے جن کے الفاظ و معانی میں بعض دفعہ نمایاں فرق ہوتا ہے تو پھر کس علاقے کی پنجابی زبان میں پنجابی بچوں کو تعلیم دی جائے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ عالمی تخریب کار ایسے دن صرف ذہنی انتشار کے لیے تشکیل دیتے ہیں جس کے لیے ہر ملک سے چند لوگ حاصل کر کے خواہ مخواہ کا فتنہ پیدا کرنے کی..... عالمی طاقتوں کی..... شعوری کوشش ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ہر صوبے کی الگ زبان میں تعلیم شروع کی جانے کی تخریبی مہم شروع ہو جائے تو کیا اس کا نتیجہ..... خدا نخواستہ..... مشرقی پاکستان سے مختلف ہوگا؟ المناک حقیقت تو یہ ہے کہ وطن عزیز کی قومی زبان تو اردو ہے لیکن مہمان اردو کی ساری کوششوں کے باوجود تمام سرکاری خط و کتابت انگلش میں کی جاتی ہے۔ کیا یہ سب کچھ اردو میں نہیں ہو سکتا؟ ہمارے وزراء، لیڈر، حکمران سب بولتے پنجابی، پڑھتے اردو پہنٹے انگریزی اور..... فرط مرعوبیت میں..... تقریریں وغیرہ انگلش میں کرنا پسند یا اس کوشش کرتے ہیں۔ لہذا ہر حکومت کو چاہیے کہ وہ ”مادری زبان“ جیسے تخریبی ایام منانے کی حوصلہ شکنی کرے، اس عاقبت نااندیش طبقے کو کسی بھی قیمت پر کھل کھیلنے کی اجازت نہ دے اور اگر کسی دوسری زبان کی ترویج کی کوشش کی اجازت دینی ہو تو وہ صرف عربی زبان ہے جو ہمارے نبی ﷺ کی زبان بھی ہے۔ ہمارے لیے اتاری گئی کتاب قرآن حکیم کی زبان بھی ہے اور اہل جنت کی بھی۔

## تفسیر سورہ یس

مولانا ارشاد الحق اثری

ہے مگر اس سے مراد جنس انسان بھی ہو سکتی ہے۔ سورۃ النحل (آیت: ۴) میں ہے:

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾

[النحل: ۴]

”اس نے انسان کو ایک قطرے سے پیدا کیا پھر اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا ہے۔“

اور اس سے مراد ہر وہ انسان بھی ہو سکتا ہے جو قیامت کا منکر ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہڈی لے کر آیا اور اپنے ہاتھ سے اسے مسل دیا پھر کہنے لگا کیا اسے بھی زندہ کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((نعم يميتك الله ثم يحييك ثم يدخلك

جهنم.)) (الحاکم: ۲/ ۴۲۹، الاحادیث

المختارہ: ۱۰/ ۸۷، ابن کثیر: ۳/ ۷۶۷ وغیرہ

واسنادہ صحیح، الاستیعاب فی بیان الاسباب: ۳/

(۱۵۵)

”ہاں اللہ تمہیں موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا پھر تمہیں جہنم میں داخل کرے گا۔“

اس پر سورہ یس کی یہ آخری آیات نازل ہوئیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بسند صحیح اسے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مرسل بھی ذکر کیا ہے۔

اس میں پہلی بات تو یہ فرمائی گئی ہے کہ ہم نے انسان کو ایک قطرہ پانی سے پیدا کیا۔ یہ اپنی اوقات کو نہیں دیکھتا لہذا جھگڑا کرتا ہے۔ اسی

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۚ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۚ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقَدُونَ﴾ [یس: ۷۷-۸۰]

”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر کیا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔“

پہلی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی تسلی کا بیان تھا اب یہاں اسی کا مکمل اسلوب میں بیان ہوا ہے کہ جو اپنی پیدائش کی حقیقت سے غافل ہو کر بڑے طنطنہ سے میرے بارے میں منہ کھول لیتے ہیں وہ اگر آپ ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کے مرتکب ہیں اور آپ ﷺ کو شاعر و کاہن کہتے ہیں تو یہ ان سے کوئی بعید بات نہیں۔

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا ہے۔ ﴿الْإِنْسَانُ﴾ سے مراد اپنے شان نزول کے اعتبار سے عاص بن وائل السہمی ہے۔ یوں ﴿الْإِنْسَانُ﴾ میں ”ال“ عہد ذہنی



مِنْ مَّيِّمَتِي يُمْنِي ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ فَخْلَقَ فَسَوِي ۝  
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ۝ أَلَيْسَ ذَلِكَ  
بَقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى ۝ ﴿[القيامة: ۳۶-۴۰]

”کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ مٹی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟“

اس لیے جو رب انسان کو عدم سے وجود بخشتا ہے اس کے لیے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل ہے! ایک قطرہ سے انسان کے تمام اعضاء کو وجود بخشنے والے قادر مطلق کی قدرت پر غور کیا ہوتا تو ہمارے بارے میں نازیبا باتیں کرنے کی جسارت نہ کرتا اور یہ نہ کہتا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔

حضرت بشر بن حجاج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنی ہتھیلی پر لعاب مبارک ڈالا، پھر اس پر انگلی مبارک رکھ کر فرمایا:

((يقول الله عز وجل اني يعجزني ابن آدم وقد خلقتك من مثل هذه - فإذا بلغت نفسك الى هذه - واشار الى حلقه - قلت: أتصدق، واني أوان الصدقة.)) (ابن ماجه: ۲۷۰۷، احمد: ۲۱۰ / ۴، حاكم: ۵۰۲ / ۲، ۱۴ / ۳۷۳، الصحيحة: ۱۰۹۹، ۱۱۴۳)

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آدم کے بیٹے! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر جب تیری جان یہاں تک پہنچی، یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حلق مبارک کی طرف اشارہ فرمایا، تب تو کہتا ہے میں صدقہ کرتا ہوں، اب صدقہ کا وقت کہاں؟“

قطرہ پانی سے رحم مادر میں انسان کی پیدائش و پرورش کیا، حضرت

قطرہ کے بارے میں مزید وضاحت یہ بھی ہے:

﴿الْمَ تَخْلُقُكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝﴾ [المرسلات: ۲۰-۲۲]

”کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔“

اس کی تھوڑی سی تفصیل سورۃ السجدہ میں یوں بیان ہوئی ہے:

﴿الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝﴾

[السجدة: ۷-۹]

”جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔“

یہاں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا بیان مقصود نہیں جیسا کہ سورۃ المؤمنون (آیت: ۱۲-۱۳) میں بیان ہوا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں باتیں بنانے والوں کو پہلے اپنی تخلیق پر غور کرنا چاہیے کہ پہلے مٹی سے ایک انسان بنایا پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے قطرہ سے جاری کی۔ وہ قطرہ جو کپڑے اور جسم پر لگ جائے تو اس سے تعفن محسوس ہوا اور دھوئے بغیر اطمینان نہ ہو۔ پھر اس ایک قطرہ پانی سے ہم نے اس کی آنکھیں، کان، دل، جگر، معدہ، گردے، گوشت پوست، ہڈیاں، پانی، ناخن، اس کے پٹھے، رگیں بنا دیں۔ جو اللہ ایک قطرہ سے مرحلہ وار یہ سب کچھ بنانے پر قادر ہے تو وہ اس کے مارنے کے بعد دوبارہ اسے زندہ کرنے پر قادر کیوں نہیں؟:

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نَطْفَةً

انس ﷺ تو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لو ان الماء الذي يكون منه الولد أهرقته على صخرة لأخرج الله منها ولدا.))

(احمد: ۱۴۷/۳، بزار واسنادہما حسن،

مجمع: ۲۹۶/۴)

”جس پانی کے قطرہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اگر اسے پتھر پر ڈالا جائے تو اللہ اس سے بھی بچہ پیدا کر دے گا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل معاملہ نہیں، نہ ہی بچہ پیدا کرنے میں وہ رحم مادر کا محتاج ہے یہ تو اس کا ایک نظام ہے کہ رحم مادر سے بچہ پیدا ہوتا ہے ورنہ وہ تو پتھر پر پڑے ہوئے قطرہ پانی سے بھی بچہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ بلکہ صالح علیہ السلام کی قوم کے مطالبہ پر پتھر سے گا بھن اونٹنی کو اللہ جل شانہ نے پیدا کیا۔ اس نائقہ اللہ کے ساتھ جو سلوک قوم نے کیا اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں نشانِ عبرت بنا دیا۔ جس کی تفصیل قرآن مجید اور تفاسیر میں موجود ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جب چاہے، جس سے چاہے کوئی چیز پیدا کر دے جو ہستی اس قدر قادر مطلق ہے وہ انسان کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قادر نہیں؟

علم و عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جو کسی چیز کو پہلی بار بنا سکتا ہے اگر اس کے حصے بخرے کر دیے جائیں تو وہ از سر نو بھی اسے بنا سکتا ہے بلکہ دوبارہ بنانا اس کے لیے آسان ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف ایک اور مقام پر بھی اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [الروم: ۲۷]

”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ زیادہ آسان ہے۔“

یہ انسانوں کی عادت کے اعتبار سے ہے ورنہ قادر مطلق کے لیے زیادہ آسان یا کم آسان کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لیے پہلی بار بھی پیدا کرنا آسان ہے اور دوسری بار بھی آسان ہے۔

﴿خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ ”کھلم کھلا جھگڑنے والا“، گویا وہ جھگڑنے میں بڑی دلیری و بے باکی دکھاتا ہے۔ اس سے باطل امور پر جھگڑنے اور بحث و مناظرے کی مذمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ آیت میں مذمت ہی کا پہلو بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ [الشورى: ۱۶]

”اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، اس کے بعد کہ اس کی دعوت قبول کر لی گئی، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت سزا ہے۔“

لہذا توحید کے مقابلے میں کفر و شرک کی تائید میں یا سنت کے مقابلے میں بدعت کی حمایت میں جھگڑنا یا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دو ٹوک الفاظ ”خاتم النبیین“ اور حدیث میں ”لا نبی بعدی“ کی نصوص کے مقابلے میں، یعنی استدلال کی بنیاد پر جھگڑنا سراسر خسارے کا سودا ہے اس طرح باطل اور صریح جرم کی وکالت بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِيَيْنِ خَصِيمًا﴾ [النساء: ۱۰۵]

”اے میرے نبی! خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔“

بلکہ اس کے ساتھ یہ کہہ کر خبردار بھی کر دیا:

﴿هَآئِنْتُمْ هَآؤَآءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ [النساء: ۱۰۹]

”سن لو! تمھی وہ لوگ ہو جنھوں نے ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا، تو ان کی طرف سے اللہ سے قیامت کے دن کون جھگڑے گا، یا کون ان پر وکیل ہوگا؟“

بلکہ جھگڑے اور جدال کے لیے علم حاصل کرنے کی حدیث میں



”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔“

یہ بحث و مناظرہ اچھے طریقے سے ہونا یوں ہے کہ گفتگو میں نرمی ہو اور گرم گفتاری اور طعن و ملامت سے بچا جائے۔ اہل کتاب کے ساتھ بھی مجادلے کے حوالے سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

[العنکبوت: ٤٦]

”اور اہل کتاب سے جھگڑانہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہے۔“

یہ مجادلہ دراصل ان کے لیے ہے جو عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں ورنہ اصل اصول دعوت تو حکمت و موعظت ہی ہے۔

نذمت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من طلب العلم ليما رى به السفهاء

أوليا بهى به العلماء أو ليصرف وجوه الناس

اليه فهو فى النار .)) (ابن ماجه، رقم: ٢٥٣

وله شواهد)

”جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ بے علموں سے جھگڑا

و جدال کرے یا علماء کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرے یا

لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے اور اپنی طرف متوجہ کرے، وہ جہنم

میں جائے گا۔“

البتہ اثبات حق اور ابطال باطل کے لیے جھگڑے کی ایک گونہ

اجازت ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [النحل: ١٢٥]

## الاغتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمد للہ ہفت روزہ الاغتصام لاہور، اپنے سفر کی 65 ویں منزل میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی و فقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درس حدیث، علوم و معارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاغتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاغتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کر کے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات و خواتین، مساجد و مدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرتعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جاسکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے ”الاغتصام“ بڑا مدد و معاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب و سنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاغتصام، ۳۱- شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰۵)

## غنية القاري

ترجمة

## ثلاثيات البخاري

تأليف: إمام المفسرين ، زبدة المحدثين  
محبي السنة نواب والا جاء صديق الحسن خا

تسبيل: حافظ محمد اشرف سعيد

۲۲۔ بانیسویں ثلاثی حدیث:

ذكره البخاري في باب قوله وكان عرشه على الماء وهو رب العرش العظيم من كتاب الرد على الجهمية وغيرهم الذي ذكر في الربع هكذا حدثنا خلاد بن يحيى ثنا عيسى بن طهمان قال سمعت انس بن مالك يقول نزلت اية الحجاب في زينب بنت جحش اطعم عليها يومئذ خبزاً ولحماً وكانت تفتخر على نساء النبي ﷺ تقول ان الله انكحني في السماء .

”امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”كتاب الرد على الجهمية وغيرهم“ باب ”ارشاد باری تعالیٰ: اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے“ میں بیان فرمایا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہمیں حدیث بیان کی خلاد بن یحییٰ نے خلاد نے کہا ہم کو حدیث بیان کی عیسیٰ بن طہمان نے عیسیٰ نے حضرت انس سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پردے کی یہ آیت حضرت زینب بنت جحش کے متعلق نازل ہوئی اس دن آپ نے ان کے ولیمہ میں لوگوں کو گوشت اور روٹی پیٹ بھر کر کھلائی اور وہ نبی اکرم ﷺ کی تمام بیویوں پر فخر کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آسمان پر ہی کر دیا ہے۔“

فائدہ: ان کے نکاح کا مفصل قصہ سید جمال الدین محدث ہروی نے اپنی کتاب ”روضۃ الاحباب“ میں پانچ ہجری کے واقعات وحوادث کے تحت تذکرۃ امہات المؤمنین میں کیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ زینب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ جن کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب ہے اور زینب کی کنیت ام الحکم ہے رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ کر دیں لیکن زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے انکار کیا کہ غلام سے نکاح ہمارے لیے باعث عار ہے جب یہ آیت نازل ہوئی کہ مؤمن مرد اور مومنہ عورت کو جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں پھر ان کو اختیار نہیں کہ وہ اس سے انکار کریں تو یہ دونوں راضی ہو گئے پھر آپ ﷺ نے اس کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا پھر جب زید نے چاہا کہ زینب کو طلاق دے دیں کیونکہ زینب کا مزاج کچھ سخت تھا، اس لیے مزاج میں موافق نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ذرا صبر اور آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا آخر زینب میرے نکاح آئے گی اور ازواج مطہرات میں داخل ہوگی اس لیے دل میں چاہتے تھے کہ زید طلاق دے لیکن ظاہر میں طلاق کا حکم نہیں دیتے تھے شرم کی وجہ سے لوگ کیا کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے اس لیے کہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ یہ سمجھتے تھے حقیقی بیٹے کی بیوی اور متبنی کی بیوی حرمت میں دونوں برابر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اس گمان کو غلط قرار دے کر فرمایا لے پالک منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے مومنوں کے حق میں برائیاں ہیں جب وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں تو یہ شوق سے نکاح کر لیں ہم نے خود زینب کا نکاح اپنے

دین کی رعایت کرے ذات برادری کو بہت نہ چاہے اللہ تعالیٰ عمل اور تقویٰ کو دیکھتا ہے ذات پات برادری کو نہیں پوچھتا دیکھو حضرت اسماعیل پیغمبر علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے پیٹ سے تھے اور بارہ اماموں میں سے سات امام ام ولد کے پیٹ سے ہیں، حضرت زید اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ غلام تھے جن کا مرتبہ ہزار آزاد سے بہتر ہے غلامی نے ان کو کسی بات سے نہیں روکا سچ ہے۔

اعتبار شرف آدمیاں از حسب است

بہر تحقیق نسب آدم وحوٰ کافی است

اور جب لوگ باپ دادے کی ذات پر بڑائی مارتے ہیں لیکن کام ان جیسے نہیں کرتے اور ان کے طریقے پر نہیں چلتے وہ ناخلف ہیں یہ شرافت نہیں شر اور آفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح پیغمبر کے بیٹے کو مردود کر دیا اس لیے کہ باپ کے طریقہ پر نہ چلا، شیخ سعدی نے فرمایا۔

پسر نوح بابدان بنشست

خاندان بتوش گم شد

سگ اصحاب کہف روزی چند

پئے نیگاں گرفت مردم شد

تفصیل اس مسئلہ کی ہم نے رسالہ قضاء الارباب اور ہدایۃ السائل میں مفصل لکھ دی ہے جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو اس رسالے کو پڑھ لے۔

اور اس قول حضرت زینب سے کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کر دیا ہے، یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے بآن خلق سے اور اپنے عرش عظیم پر مستوی ہے۔ اور دوسری روایت میں اس کے لفظ یہ ہیں:

زوجنیک الرحمن من فوق عرشہ .

اور تفصیل اس مسئلے کی رسالہ ”الاحتواء علی مسئلۃ

الاستواء“ میں لکھی ہے۔

رسول ﷺ کے کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ بغیر اجازت کے زینب پر داخل ہوئے اس لیے کہ نکاح آسمان ہو چکا تھا۔

آپ ﷺ نے ان کے ولیمہ میں لوگوں کو گوشت روٹی خوب پیٹ بھر کر کھائی جب لوگ کھا چکے تو کچھ لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے اور حضرت زینب گھر کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی آپ ﷺ چاہتے تھے کہ لوگ چلے جائیں اس لیے کہ ان کے بیٹھنے سے آپ تکلیف میں تھے لیکن مروت کی وجہ سے کہہ نہیں سکتے تھے جب انس رضی اللہ عنہ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بات ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور کوئی حکم نازل فرمائے گا اس بارہ میں یہاں تک کہ اس دن یہ آیت جاب نازل ہوئی حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ بغیر اجازت کے نبی ﷺ کے گھر میں داخل نہ ہو اور آپ کی بیویوں سے کچھ پوچھنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو یہ تمہارے اور ان کے لیے پاک تر ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آزاد عورت کا نکاح غلام مرد سے درست ہے اس سے کچھ بٹا (عیب) نہیں لگتا جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں اسی وجہ سے آپ نے فاطمہ بنت قیس سے فرمایا جب اس پہلے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تھی اسامہ بن زید کے ساتھ نکاح کرے فاطمہ آزاد تھیں اور اسامہ دو طرفہ غلام تھے ان کی والدہ ام ایمن اور ان کے باپ زید بن حارثہ دونوں آپ کے غلام تھے یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی نکاح میں دین اسلام کی رعایت مقدم ہے کفایت نسب پر اور ذات برادری کا کچھ اعتبار نہیں۔ قرآن پاک میں مومن لونڈی اور غلام کو مشرک آزاد سے بہتر فرمایا ہے اور حدیث میں مال اور جمال اور حسب اور دین کو عورت میں اور اچھا اخلاق اور اسلام کو مرد میں شرط قرار دیا ہے اور آخر میں فرمایا جو دین کی رعایت نہ کرے وہ ہلاک ہو جائے۔

نسب کہتے ہیں ذات کو جیسے شیخ سید مغل پٹھان، حسب کہتے صفات حمیدہ کو جیسے علم و فضل اور حسن خلق وغیرہ۔ سو نکاح شادی میں

## عہد نبوی میں قرآن مجید کی تدوین و ترتیب

مولانا سید بدرالدین علوی

ہو گیا تھا۔

۲: قرآن مجید نے جہاں اپنے خلاف کفار کے اعتراضات کو بیان فرمایا ہے ان میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ﴿قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا﴾ [الفرقان: ۵] یعنی کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن پچھلے لوگوں کی کہانیوں کا مجموعہ ہے جس کو پیغمبر نے لکھا دیا ہے۔

یہ اعتراض بہ زمانہ نزول صرف اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ترتیب پا کر لکھا جاتا تھا۔ احادیث و سیر سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ قرآن مجید کی تحریر و ترتیب عہد نبوی میں شروع ہو گئی تھی، اور وہ اسی زمانہ میں مرتب ہو گیا تھا، مثلاً:

۳: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ میں سے بہت سے لوگوں کو کتابت وحی کے کام پر مقرر فرما دیا تھا چنانچہ اس قسم کے اڑتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست محدث ابن سید الناس (المتوفی ۷۳۲ھ) نے اپنی کتاب مسمیٰ ”عیون الاثر“ (۲/۳۱۵، ۳۱۶) میں دی ہے جو قرآن لکھا کرتے تھے۔ السیرۃ الحلبیہ (۲/۳۲۶) میں بیس کاتبین وحی کے نام درج ہیں، ان ناموں کو مصنف نے ایک روایت کی رو سے چھتیس، اور ایک روایت کی رو سے بیالیس کاتبین کے ناموں میں سے انتخاب کیا ہے، اس فہرست میں خلفائے اربعہ، حضرت معاویہ، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتبین وحی میں ہونا مجمع الزوائد (۱/۵۰۶، ۶۱) اور صحیح مسلم (۲/۲۶۴ مصری) سے بھی ثابت ہے، جہاں یہ مذکور ہے کہ ان کے والد ابوسفیان نے رسول اللہ

قرآن مجید کا پیغمبر آخر الزماں ﷺ پر نازل ہونا اور اس کی ہدایت اور اس کے احکام کا بغیر حذف و کمی اور بغیر تغیر و تبدل ہمیشہ قائم رہنا لازمی طور پر اس کا مقتضی تھا کہ وہ عہد نبوت ہی میں مرتب کتابی صورت میں آجائے، تا کہ اصلی معنوں میں محفوظ ہو جائے اور حذف و ترمیم اور تغیر و تبدل کا شبہ ہی مٹ جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ کتاب کی صورت میں مرتب ہو کر نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تیار ہو گیا تھا اور اس کی مکمل کتابت ہو چکی تھی، جس کی ترتیب وہی تھی جو آج ہے، مندرجہ ذیل واقعات اس امر کے لیے ناقابل تردید دلائل ہیں:

۱: قرآن مجید خود اپنے آپ کو بہت سے مقامات پر حتیٰ کہ مکی سورتوں میں بھی کتاب کے نام سے یاد کرتا ہے، مثلاً:

۱۔ (مکی): ﴿كِتَبٌ فَصَّلْتُ أَيْتُهُ﴾ [فصلت: ۳]

یعنی یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں واضح کر دی گئی ہیں۔

۲۔ (مکی): ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ﴾ [الكهف: ۱]

یعنی سب تعریفیں خدا ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔

۳۔ (مدنی): ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ [البقرة: ۲]

یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

۴۔ (مدنی): ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

[البقرة: ۱۲۹، الجمعة: ۲]

یعنی پیغمبر لوگوں کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

لفظ کتاب کا استعمال مکی سورتوں میں اس بات کا کھلا ہوا ثبوت

ہے کہ قرآن مجید آغاز ہی میں کتابی صورت میں مرتب ہونا شروع

روایت ہے:

فاذا فرغت قال اقرء فأقرأه فان كان فيه

سقط اقامه . (مجمع الزوائد: ۶۰/۱)

یعنی جب میں لکھ چکتا تو حضرت فرماتے کہ پڑھو میں پڑھتا  
اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ اس کو درست  
فرمادیتے۔

۶: جس وقت آنحضرت ﷺ کاتبین وحی کو قرآن مجید لکھواتے، تو یہ  
بھی ہدایت فرماتے کہ آپ ﷺ کی بتلائی ہوئی ترتیب پر لکھیں۔  
ترتیب آیات کے متعلق یہ ارشاد وضاحت کے ساتھ احادیث  
میں مذکور ہے چنانچہ ترمذی میں ہے:

فيقول ضعوا هذه الآيات في السورة التي

يذكر فيها كذا وكذا . (ترمذی: ۱۳۴/۲)

یعنی ان آیتوں کو اس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں  
باتیں بیان کی گئی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سورت جدا جدا لکھی جاتی تھی۔  
سنن ابی داؤد کی حسب ذیل حدیث اس کا ثبوت ہے کہ سورتوں  
کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی:

عن حذيفة انه رأى النبي ﷺ من الليل .....

فصلی اربع ركعات فقرء فيهن البقرة وآل  
عمران والنساء والمائدة والانعام (ملخصاً)

(سنن ابی داؤد: ۱۲۸/۱ مطبوعہ نو لکھنور)

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے  
آنحضرت ﷺ کو رات میں چار رکعت نماز پڑھتے ہوئے  
دیکھا، اور آپ نے ان میں سورہ بقرہ، آل عمران، نساء،  
مائدہ اور انعام پڑھیں۔

اس حدیث میں ان سور قرآنی کی ترتیب وہی ہے جو موجودہ  
قرآن مجید میں ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بقیہ سورتوں کی  
ترتیب بھی یقیناً عہد نبوی میں ہوگی، اس حدیث کے علاوہ عہد نبوی

ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اُن سے کتابت کا کام لیا جائے،  
چنانچہ حضور ﷺ نے اس کو منظور فرمایا تھا۔

۴: جب کوئی وحی نازل ہوتی تھی تو رسول اللہ ﷺ ان کاتبین وحی کو  
منفرد آیا مجتمعاً جیسی صورت ہوتی طلب فرماتے اور خود بول کر ان  
کو وحی لکھواتے، ان واقعات کا ثبوت یہ ہے:

(الف) "قال عثمان كان اذا انزل عليه الشئ

دعا بعض من يكتبه . " (ترمذی: ۱۳۴/۲)

(مطبوعہ دہلی)

یعنی جب وحی نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کاتبوں میں  
سے کسی کو لکھنے کے لیے بلاتے۔

(ب) "عن البراء لما نزل ﴿لا يستوى

القاعدون.... إلخ﴾ دعا رسول الله زيدا

فكتبها . " (صحيح بخاري: ۷۶/۳ مصری)

یعنی حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت ﴿لا يستوى

القاعدون.... إلخ﴾ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے

زید کو بلایا، اور انھوں نے اس آیت کو لکھ لیا۔

(ج) عن زيد بن ثابت ان رسول الله ﷺ

املى عليه ﴿لا يستوى القاعدون﴾ . (ايضاً)

یعنی خود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے

آیت ﴿لا يستوى القاعدون﴾ مجھے بول کر لکھائی۔

(د) عن عبد الله ابن عمرو اذ نحن عند

رسول الله نكتب . إلخ (سنن دارمي، ص: ۶۸)

یعنی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (جو کہ کاتبین وحی میں ہیں) فرماتے

ہیں کہ درآں حالیکہ ہم لوگ (جماعت کاتبین) رسول اللہ

ﷺ کے گرد کتابت میں مصروف تھے۔

۵: رسول اللہ ﷺ قرآن مجید لکھوانے کے بعد فرماتے تھے کہ

آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا جائے تاکہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اس

کو درست کرا دیں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت سے



میں قرآن مجید اور اس کی سورتوں کے مرتب ہو جانے کی شہادت دوسری احادیث سے بھی ملتی ہے۔

۱: ترمذی میں ہے:

عن ابن عباس قال قال رجل يا رسول الله اى العمل احب الى الله قال الحال المرتحل . (ترمذی: ۱۱۸/۲، ۱۱۹)

یعنی آنحضرت ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، آپ نے فرمایا: سفر سے اترنا اور سفر کرنا۔

دارمی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے:

قيل ما الحال والمرتحل قال صاحب القرآن يقرء عن اول القرآن الى آخره ومن آخره الى اوله كلما حل ارتحل . (دارمی، ص: ۴۴۱)

یعنی پوچھا گیا کہ سفر سے اترنے اور پھر سفر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والا جواڑل سے آخر تک تلاوت کرتا ہے، اور ختم کر لیتا ہے تو دوبارہ شروع کر دیتا ہے، گویا جیسے ہی تلاوت کا سفر ختم کرتا ہے ویسے ہی دوسرا سفر تلاوت کا شروع کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شروع اور ختم تب ہی ہو سکتا ہے، جب پورا قرآن مجید مرتب ہو۔

۲: صحابہ کرام کے اس استفسار پر کہ قرآن مجید کو کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہیے، آنحضرت ﷺ نے مختلف تحدیدیں بیان فرمائی ہیں جو پانچ دن سے لے کر چالیس دن تک ہیں۔ ترمذی میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو قال قلت يا رسول الله في كم اقرء القرآن قال اختمه في شهر قلت انى اطيع افضل ذلك قال اختمه في عشرين ..... اختمه في خمس قلت انى اطيع افضل من ذلك فما رخص لي .

(ترمذی: ۱۱۸/۲)

یعنی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں کتنے دنوں میں قرآن ختم کروں، آپ نے فرمایا ایک مہینے میں۔ میں نے پھر عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، فرمایا کہ بیس دن میں، (بالآخر فرمایا) کہ پانچ دن میں ختم کرو، میں نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، مگر آپ نے اور کمی کی اجازت نہیں دی۔

ایک اور روایت انھی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ترمذی کے اسی صفحہ پر مروی ہے:

ان النبي ﷺ قال له اقرء القرآن في اربعين .

یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کو چالیس دن میں قرآن ختم کرنے کی ہدایت فرمائی۔

یہ تمام حدیثیں جو ختم کے متعلق ہیں، اس عہد میں قرآن مجید کے مرتب ہونے پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ بغیر ترتیب نہ ابتدا ہو سکتی ہے نہ اختتام۔ غرض اس طریقہ پر کاتبین وحی کے لکھے ہوئے متعدد نسخے عہد نبوی میں وجود میں آچکے تھے جن میں اس وقت تک کی نازل شدہ آیات و سورتیں مرتب تھیں اور آگے اضافہ ہوتا جاتا تھا، چار صحابہ کرام کے مرتب کردہ چار نسخوں کا ثبوت صحیح بخاری (۳/۱۳۴ مصری) و صحیح مسلم (۳/۲۵۲ مصری) سے ملتا ہے۔ یہ نسخے حضرت معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم کے تھے۔ اس عہد کے ان چار مرتب نسخوں پر دو نسخوں کا اضافہ رجال و طبقات کی کتابوں کے بیان سے ہوتا ہے، ایک تہذیب التہذیب (۷/۲۳۳) کی سند سے جو حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کا تھا، اور دوسرا حضرت سعد بن عبید رضی اللہ عنہ کا جس کا ذکر استیعاب (۲/۵۶۵) پر ہے۔

ان اقتباسات کی بنیاد پر چھ نسخوں کا وجود عہد نبوی میں ثابت ہوتا ہے۔ طبقات ابن سعد (۲/۱۱۲) میں اس عنوان کے ماتحت کہ ”ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن جمع کیا تھا“، کمرات کو چھوڑ کر تین روایتوں میں دس صحابہ کے نام گنائے ہیں،



نہی رسول اللہ ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو . (صحیح مسلم: ۹۲/۲)  
یعنی رسول اللہ ﷺ نے سفر میں قرآن مجید کے نسخوں کو غنیمت کے ملک میں لے جانے سے منع فرمایا۔

۲: موطأ امام مالک کے باب ”الامر بالوضوء لمن مس القرآن“ یعنی جو شخص قرآن چھونا چاہے، اس کے لیے وضو کا حکم ہے، میں ہے:

مالك عن عبد الله بن ابی بكر بن حزم ان فی الكتاب الذی کتبہ رسول الله لعمر و بن حزم ان لا یمس القرآن الا طاهر .

(موطأ امام مالک، ص: ۸۹ مطبوعہ مصر)

امام مالک عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ ان ہدایات میں جو آنحضرت ﷺ نے ابن حزم کے لیے تحریر فرمائیں، یہ بھی تھا کہ کوئی شخص قرآن مجید کو بغیر وضو کے ہاتھ نہ لگائے۔

۳: کنز العمال (۱۳۴۱) میں ہے:

لا تغرنکم هذه المصاحف المعلقة .

یعنی آنحضرت ﷺ نے کسی جگہ قرآن مجید کے نسخے لٹکے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے لوگو! تم اُن سے دھوکا میں نہ پڑ جانا، یعنی محض ان کا پڑھنا ہی کافی نہیں، بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہے۔

۴: سنن ابی داؤد میں ہے:

وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله . (سنن ابی داؤد: ۱۸/۲۶۴ مطبوعہ نو لکشور)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے اندر ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے اگر تم اس کو مضبوط پکڑ لو، وہ کتاب اللہ ہے۔“

ان میں چار تو وہی ہیں جو اوپر صحیح بخاری و صحیح مسلم کے حوالہ سے بیان ہوئے، پانچواں نام سعد بن عبید کا ہے جو استیعاب میں مذکور ہے، اس کے بعد پانچ دوسرے نام یہ ہیں: حضرت ابوالدرداء، خلیفہ سوم حضرت عثمان، تمیم داری، عبادہ بن صامت اور ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ۔  
خلیفہ چہارم حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود بھی جامعین عہد نبوی میں ہیں، چنانچہ استیعاب میں ہے:

روی ربيعة بن عثمان عن محمد بن كعب القرظي قال قال كان ممن جمع القرآن على عهد رسول الله وهو حي عثمان بن عفان وعلى بن ابی طالب وعبدالله بن مسعود من المهاجرين وسالم مولى ابی حذيفة .

(استیعاب: ۴۸۵/۲)

یعنی ربیعہ بن عثمان نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے عہد نبوی میں جب کہ آنحضرت ﷺ زندہ تھے، قرآن اکٹھا کیا ان میں سے عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابن مسعود اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

اس طور پر جملہ میزان مرتب نسخوں کی تیرہ ہو جاتی ہے، اس فہرست میں مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے نام نہیں ملے لیکن چونکہ یہ حضرات بلاشبہ کاتبین وحی میں داخل ہیں، اس لیے اس کا یقین کامل ہے کہ انھوں نے بھی نسخے تیار کیے ہوں گے۔

گو اس بات کا بھی یقین ہے کہ جتنی تعداد کاتبین وحی کی تھی، اتنے ہی نسخے قرآن مجید کے مرتب ہوئے ہوں گے لیکن باوجود اس یقین کے میں ان کو شمار نہیں کرتا، مگر ذیل میں بعض ایسے واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے مرتب نسخے عہد نبوی میں موجود تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے بعد وفات چھوڑا:

۱: صحیح مسلم میں ہے:

یہ فرمانا اسی وقت درست ہو سکتا ہے کہ جب قرآن مجید کتابی صورت میں ہر شخص کی دسترس کے اندر ہو۔

۵: صحیح بخاری میں ہے:

عن عبد العزيز بن رفيع قال دخلت انا وشداد بن معقل على ابن عباس فقال له شداد بن معقل ترك النبی من شيء قال ما ترك الا ما بين الدفتين قال ودخلنا على محمد بن الحنفية وسألناه فقال ما ترك الا ما بين الدفتين . (صحيح بخاري: ۱۴۳ / ۳)

یعنی عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباس کے پاس گئے تو شداد نے ان سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی چیز ترکہ میں چھوڑی ہے، انھوں نے جواب دیا نہیں، بجز اس کے کہ جو دفتین (کتاب کی جلد) کے درمیان ہے، پھر ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور یہی سوال کیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، بجز اس کے جو دفتین (کتاب کی جلد) کے درمیان ہے۔

ان دونوں جوابوں سے قرآن مجید بہ صورت کتاب لکھے ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جلد بندی کا دستور ہو چکا تھا۔

اعتراض:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

الف:..... کیا فن تحریر اس زمانہ میں ایسا عام ہو چکا تھا کہ قرآن مجید کے مکتوبہ نسخوں کا بہ کثرت پایا جانا فرض کیا جاسکتا ہے۔  
ب:..... اور اس مقصد کے لیے کاغذ دستیاب ہوتا تھا۔

جواب:

خود قرآن مجید ہی سے اس کا جواب مل جاتا ہے۔ ایک مقام پر حکم الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

یعنی اے ایمان والو! جب تم کوئی قرض کا معاملہ کرو جو مدت معینہ کے لیے ہو تو لکھ لیا کرو۔

اس عام حکم سے بہت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ فن تحریر اتنا عام تھا کہ ہر شخص ہر وقت اس کا انتظام کر سکتا تھا۔

اس فن کے مروج ہونے کا مزید ثبوت حسب ذیل امور سے بھی ملتا ہے:

۱: رسول اللہ ﷺ نے دوسرے ممالک کے بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے تھے، صحیح مسلم میں ہے:

لما اراد رسول الله ﷺ ان يتكلم الى الروم قالوا انهم لا يقرءون كتابا الا مختوما قال فاتخذ رسول الله خاتما من فضة .

(صحيح مسلم: ۱۵۸ / ۲)

یعنی جب آنحضرت ﷺ نے رومیوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ لوگ خط کو اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس پر مہر نہ لگی ہو چنانچہ اس مقصد کے لیے حضور ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کرائی۔

۲: حدیبیہ کے صلح نامہ کی کتابت اتنی ثابت شدہ ہے کہ اس کے لیے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔

۳: صحیح مسلم میں ہے:

لا تكتبوا عني غير القرآن .

(صحيح مسلم: ۳۹۳ / ۲)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بجز قرآن کے مجھ سے اور کوئی چیز نہ لکھو۔

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک یہ کہ لکھنا عام تھا اور بہت سے لوگ اس کو جانتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ایک طریقہ جاری ہو گیا تھا کہ لوگ قرآن مجید کو آنحضرت ﷺ کے بولنے پر

لکھا کرتے تھے۔

۴: صحیح بخاری میں ہے:

اكتبوا الى من تلفظ بالاسلام.

(صحیح بخاری: ۱۱۲/۲)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے ان لوگوں کے نام لکھ دو جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

۵: تاریخی واقعہ مندرجہ طبقات ابن سعد (۱۴/۲) کہ اسیران بدر جو فدیہ نہ دے سکتے تھے ان کی رہائی کی یہ شرط قرار دی گئی کہ ان کا ہر شخص مسلمانوں کے دس دس لڑکوں کو لکھنا سکھا دے۔

۶: فقال الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتها الكتابة . (أبو داود)

یعنی آنحضرت ﷺ نے شفا بن عبد اللہ سے فرمایا کہ تو نے حفصہ کو چوبیسوں کے کاٹنے کا جھاڑنا کیوں نہیں بتلایا، جیسا کہ تو ان کو لکھنا سکھا چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں بھی لکھنا جانتی تھیں۔

(ب) اس دور میں کاغذ کی دستیابی خود قرآن مجید سے ثابت ہے، ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالُوا الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ [الأنعام: ۷]

یعنی اگر ہم آپ کے اوپر کوئی کتاب کاغذ پر لکھی ہوئی نازل کرتے، اور لوگ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو کفار یہ کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

غرض کاغذ کی دستیابی میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کاغذ عام طور پر دستیاب نہ رہا ہو، لیکن اس کی قائم مقام کوئی اور چیز مثلاً چمڑا یا اونٹ کی ہڈی، وغیرہ آسانی سے مل جاتی تھی، چنانچہ چمڑے کا استعمال زمانہ جاہلیت کی شاعری میں مذکور ہے، جیسا کہ مرقش اکبر کے

اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے:

الدار قفرو الرسوم كما

رقش فی ظہر الأديم قلم

یعنی معشوقہ کا مکان ویران پڑا ہے، لیکن نشانات ایسے نمایاں ہیں جیسے چمڑے پر قلم نقش بناتا ہے۔

ترتیب سورہ آیات:

غرض یہ شبہ سے بالاتر حقیقت ہے کہ قرآن مجید کتابی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مرتب ہو کر لوگوں میں رائج ہو چکا تھا۔ البتہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا موجودہ قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے قرار دی تھی؟ اس کا جواب اثبات میں ہے اور اس کے حسب ذیل چار دلائل ہیں:

۱..... (۱): سب سے مقدم اور سب سے زیادہ مضبوط یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کی نقل بہ ذریعہ تواتر ہے، یعنی ہر زمانہ میں ایک ایسی بڑی جماعت نے اپنے بعد والوں کو قرآن مجید پہنچایا ہے، جس کے افراد مختلف نسلوں اور مختلف جگہوں کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے سے طویل مسافت پر بستے تھے، اور پھر مختلف زمانوں میں تھے، اور عقل کے نزدیک غیر ممکن ہے کہ اس اختلاف نسل اور اختلاف زمان و مکان کے باوجود سب لوگ کسی جھوٹ کو پھیلانے پر متفق ہو جائیں، تو اگر قرآن مجید کے ساتھ اتنا رابطہ ہے کہ قرآن مجید کی تعریف ہی بلا استثناء تمام اسلامی فرقوں میں یہ قرار پائی ہے کہ قرآن اس کتاب کا نام ہے جو دین (کتاب کی جلد) کے اندر بہ نقل تواتر چلی آ رہی ہے، علم اصول فقہ کی رو سے تواتر کو وہ قوت حاصل ہے کہ جو خبر احاد سے ہرگز منزل نہیں ہو سکتی۔ (خبر احاد تواتر کا مقابل ہے جس کا معنی انفرادی طور پر نقل ہے) چاہے اس خبر آحاد کو کتنی ہی بڑی طاقت و اعتبار حاصل ہو۔

قرآن مجید کے ذریعے تواتر نقل کا بیان درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ پر چونکہ تنہا بلا شرکت غیر نازل فرمایا تھا، اس لیے تنہا آپ ہی کو اس کا حق تھا کہ خود زبان

اس حدیث میں پورے قرآن کی تفصیل مذکور نہیں لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے آنحضرت ﷺ سے پورا قرآن حاصل کرنے کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں، ان میں سب سے زیادہ قوی یہ ہے کہ اُن کو آنحضرت ﷺ نے معلم قرآن مقرر فرمایا اور ان کا نام سب سے پہلے رکھا اور خود آنحضرت ﷺ فرمائش کر کے ان سے قرآن سنتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے:

قال لی رسول الله اقرء علی القرآن فقلت اقرء علیک وعلیک انزل قال انی اشتہی ان اسمعه من غیری فقرأت النساء .

(صحیح مسلم: ۱۲۱/۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے کہا کہ کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں درآں حال کہ وہ آپ ہی پر نازل ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: میں دوسرے لوگوں سے سننے کی خواہش رکھتا ہوں، اس پر میں نے سورۃ النساء تلاوت کی۔

اس طریقہ پر صحابہ کی اکثریت قرآن مجید کے حفظ و تعلیم میں مشغول تھی، جن میں خلفائے اربعہ تقدم کا حق رکھتے تھے کیونکہ ان حضرات کو ہر اس چیز کے ساتھ غایت درجہ کا شوق اور غیر معمولی توکل تھا جو دین سے تعلق رکھتی تھی، مندرجہ ذیل واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں:

الف:..... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءً يُجْزَ بِهِ﴾ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر جو آیت نازل ہوئی ہے، کیا وہ تمہیں نہ پڑھاؤں؟ میں نے کہا ہاں تو وہ آپ نے مجھے پڑھائی۔

(ترمذی: ۱۲۹/۲)

ب:..... استدلال امام ابو الحسن الاشعری (المتوفی ۳۲۴ھ) علی حفظہ القرآن بدلیل لا یرد وهو انه قال یؤم القوم اقرأهم الكتاب

مبارک سے بول کر ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ اس کو جمع کریں اور لکھوائیں اور آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسی طرح مؤمنین کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کا حق بھی اپنی دی ہوئی ترتیب کے ساتھ تھا آپ ﷺ ہی کو تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ لوگوں کو اُس کے پڑھنے اور یاد کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، جس کی بہ کثرت حدیثیں موجود ہیں، مگر بہ نظر اختصار یہاں صرف ایک حدیث کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

مثل الذی یقرء القرآن وهو حافظ له مع

السفرة الکرام . (صحیح بخاری: ۱۳۲/۳)

یعنی جو شخص قرآن کو پڑھتا ہے ایسی صورت میں کہ اس کا حافظ بھی ہے تو ایسا شخص باعظمت فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

ان ترغیبات کے سوا ایک اور بڑی وجہ قرآن مجید کی یاد کرنے اور پڑھنے کی یہ ہے کہ پنج وقتہ نماز میں اس کی تلاوت فرض ہے، اور عہد رسالت میں ہر مومن کے لیے لازمی تھا کہ وہ اپنے سینہ میں اس وقت تک کی نازل شدہ وحی کو محفوظ رکھے جو رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی ترتیب پر ہو، چنانچہ ہر مسلمان اس بات کی انتہائی کوشش کرتا تھا کہ وہ براہ راست آنحضرت ﷺ سے قرآن کو حاصل کرے اگر کتابت نہ جانتا ہو، تو محض حفظ کے لیے ورنہ حفظ تحریر دونوں کے لیے رسول اللہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے بعد اُن سے فرمائش کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے اس کو پڑھیں، اور جب لوگ پڑھتے تو آپ اُس کو سنتے۔

یہ تو خود قرآن سے ثابت ہے کہ لوگ خود آنحضرت ﷺ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

[البقرة: ۱۲۹، الجمعة: ۲]

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ

لقد اخذت من فی رسول الله بضعا وسبعین

سورة . (صحیح بخاری: ۱۴۱/۳)

یعنی میں نے خود آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے تقریباً اسی سورتیں یاد کیں۔

اللہ واكثرهم قرأنا وتواتر عنه انه قدمه  
للامامة . (اتقان، ص: ۲۱۸)

یعنی امام ابوالحسن اشعری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حافظ  
قرآن ہونے پر ایک ایسی دلیل پیش کی ہے جو رد نہیں کی  
جاسکتی، اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ  
لوگوں کی امامت ایسے شخص کو کرنی چاہیے، جو قرآن کا قاری  
ہونے کے اعتبار سے ان سب میں بہتر ہو اور جس کے سینے  
میں قرآن سب سے زیادہ ہو۔ یہ ہدایت اور اس کے بعد  
آپ کا فعل جو بے ذریعہ تواتر ثابت ہے کہ آپ نے حضرت  
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے بڑھایا ایک بہت مضبوط  
دلیل ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

قال ابو العالیہ قرأت القرآن علی عمر اربع  
مرات . (مفتاح السعادة: ۳۴۹ / ۱)  
یعنی ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید کا دور حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ کے روبرو چار مرتبہ کیا۔

كان (عثمان) یختم القرآن فی ركعة واحدة .  
(استيعاب: ۲ / ۲۴۹)

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم  
کردیتے تھے۔

عن ابی عبد الرحمن السلمی قال ما رأیت  
اقراً من علی . (استيعاب: ۲ / ۴۷۶)

یعنی ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت  
علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی قرآن کا قاری نہیں دیکھا۔

بہر حال سیڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں نے قرآن مجید کو براہ  
راست آنحضرت ﷺ سے پڑھا، جن میں بہت سارے ایسے  
حضرات ہیں، جو خصوصیت کے ساتھ اس میں شغف رکھتے تھے، اور یہ  
لوگ بہ طور معلم لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے مقرر ہوئے۔  
ان میں سے چار معلموں کا تقرر صحیح بخاری (۱۳۱/۳) و صحیح مسلم (۲/۲)

(۲۵۲) اور ترمذی (۲۲۲/۲) سے ثابت ہے۔ ان سب کتابوں میں یہ  
روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود، سالم، معاذ بن  
جبل اور ابن ابی کعب رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے مقرر  
فرمایا۔ ان چاروں اصحاب نے بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ جو اسی  
تعلیم کے لیے مقرر ہوئے تھے (کیونکہ چار کی تعداد نا کافی ہے) بے  
شمار اشخاص کو عہد نبوی میں اور آپ کے بعد مختلف مقامات پر قرآن  
مجید کی تعلیم دی۔ یہ امور حسب ذیل واقعات سے واضح ہوتے ہیں:

۱: عبادة ابن الصامت كان رسول الله ﷺ يشغل  
فاذا قدم الرجل مهاجرا دفعه الى رجل منا  
يعلمه القرآن . (كنز العمال: ۱ / ۲۳۱)  
یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ  
مشغول ہوتے، اور کوئی آدمی ہجرت کر کے آتا تو آپ اس  
کو ہم انصار میں سے کسی کے سپرد کردیتے کہ اس کو قرآن  
پڑھا دے۔“

۲: استيعاب (۳۶۹/۱) میں ہے کہ آپ نے قبل قارہ اور عضل کو قرآن  
پڑھانے کے لیے چھ اصحاب مقرر فرمائے۔ اصل عبارت یہ ہے:  
النفر الستة الذين بعثهم رسول الله الى رهط  
من عضل والقارة في سنة ثلاث من الهجرة  
ليفقهوهم في الدين ويعلموهم القرآن وهم  
عاصم بن ثابت ومرثد بن ابی مرثد وخبيب  
بن عدی وخالد بن البكير وزید بن الدثنه  
وعبد الله بن طارق .

۳: ۱۰ ہجری میں قبیلہ بنی حارث کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے واسطے  
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا:  
بعث فيها رسول الله ﷺ خالد بن الوليد الى  
بنی الحارث علمهم كتاب الله .

(طبری: ۱۵۶ / ۳ مطبوعه مصر)  
۴: یزید بن ابی سفیان کی درخواست پر، جو عہد فاروقی میں شام کے



گوز تھے، حضرت عمرؓ نے معاذ، عبادہ اور ابودرداءؓ کو حص، دمشق اور فلسطین میں قرآن شریف کی تعلیم کے لیے روانہ فرمایا، اس قسم کے تقررات کی شہادت اور روایتوں سے بھی ملتی ہے، جن کی تفصیل تطویل کا باعث ہوگی۔

۵: طبقات القراء للذہبی میں ہے:

قال سويد بن عبد العزيز كان ابو الدرداء اذا صلى الغداة في جامع دمشق اجتمع الناس للقراءة عليه فكان يجعلهم عشرة عشرة وعن مسلم بن مشكم قال قال لي ابو الدرداء اعدد من يقرأ عندی القرآن فعددتهم الفا وست مائة ونيفا . (طبقات القراء، ص: ۶۰۶)

یعنی حضرت ابوالدرداءؓ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو دس آدمیوں کی جدا جدا جماعت قائم کرتے، ایک بار تمام طلباء کو شمار کرانے پر معلوم ہوا کہ یہ بیک وقت ایک ہزار چھ سو سے زائد طلباء تھے۔

ان معلمین نے خود تعلیم دینے کے بعد اپنے قائم مقاموں کو مقرر کرنے کا سلسلہ جاری کیا۔ چنانچہ اپنے شاگردوں میں سے چند ممتاز لوگوں کو معلمی کی خدمت پر مامور کر دیتے تھے، جو نہایت توجہ سے اپنے فرض کو انجام دیتے تھے، پھر ان شاگردوں نے اپنے شاگردوں میں سے مستحق طلباء کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل چلتا رہا جواب تک جاری ہے۔ اس طریقہ سے بے شمار اشخاص کے ذریعے سے جو مختلف نسلوں اور مختلف زمانوں کے سیکڑوں برس کے اندر دنیا کے دور و دراز مقامات میں گزرے ہیں، قرآن مجید کی روایت ہوتی چلی آتی ہے، اور اسی کا نام تواتر ہے۔

قرآن مجید کے جو نسخے آنحضرتؐ کے املاء اور ترتیب پر تیار ہوئے تھے، وہ تحریر اور زبانی قراءت دونوں میں باہم مطابق تھے، اس لیے کہ دونوں کاموں میں خود رسول اللہؐ کا دست مبارک شامل تھا، اور زبانی قراءت میں اکثر تحریری نسخوں کے ساتھ مقابلہ

ضروری تھا، بالخصوص ایسے مواقع پر جہاں تشابہ ہو جائے، ان میں اختلاف نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وعدہ الہی ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹]

یعنی ہم ہی نے قرآن اتارا، اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔“

اگر اختلاف ہو گیا تو پھر حفاظت کیا ہوئی، تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اس کی اہمیت سے پوری طرح واقف تھے کہ قرآن مجید کے ہر معاملہ میں توافق اور تطابق ضروری ہے، اور خود قرآن مجید نے اُن کو بتلایا تھا:

﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [النساء: ۸۲]

یعنی اگر قرآن مجید غیر خدا کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔“

اس لیے جب خدا کی جانب سے اختلاف غیر ممکن تھا تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ انسانوں کی جانب سے اس میں اختلاف پیدا کر دیا جاتا۔

..... (۲): عہد نبویؐ کی ترتیب اور موجودہ مصحف کی ترتیب میں مطابقت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت جبریلؑ رسول اللہؐ کے ساتھ رمضان میں قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اس دورے میں اس وقت تک کی نازل شدہ وحی کی تکرار ترتیب کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ جس سال آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی، اس سال قرآن مجید کا دور دوبار ہوا، دور اول کا واقعہ صحیح بخاری (۱۴۱/۳) میں مذکور ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دورہ غیر مرتب صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ترتیب آیات اور ترتیب سور ضروری ہے، جو توفیق الہی رسول اللہؐ نے دی تھی، اسی ترتیب کے ساتھ آپ نے قرآن مجید امت کو اشاعت کے لیے دیا۔ اس لیے یہ ہرگز بھی خیال نہیں کیا جاسکتا کہ اس ترتیب میں جو توفیق الہی ہو چکی تھی کوئی تغیر و تبدل کیا جاسکتا تھا، اس قسم کی روایتیں موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص



احادیث ذیل ملاحظہ ہوں:

الف: ..... عن اوس بن حذیفۃ الثقفی قال كنت فی الوفد الذین اسلموا من ثقیف ..... فقال لنا رسول الله ﷺ طراً علی حزبی من القرن فاردت ان لا اخرج حتی اقصیه فسالنا اصحاب رسول الله ﷺ وقلنا کیف تحزبون القرآن قالوا نحزبه ثلاث سور وخمس سور وتسع سور واحدی عشرة سورة وثلاث عشرة سورة وحزب المفصل من ق حتی یختم . (مسند احمد بن حنبل: ۴ / ۳۴۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا معمول قرآن مجید آج پڑھنے سے رہ گیا تھا، تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ جب اس مقدار کو ادا کر لوں اس وقت باہر نکلوں ..... اس بات پر ہم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے قرآن کا حزب کس طریقہ سے مقرر کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ پہلا حزب تین سورتوں کا دوسرا پانچ سورتوں کا، تیسرا نو سورتوں کا، چوتھا گیارہ سورتوں کا، پانچواں تیرہ سورتوں کا اور چھٹا آخری مفصل کا جو سورہ ق سے ختم قرآن تک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترتیب سور اس وقت ہے وہی اُس وقت بھی تھی۔

ب: ..... عن واثلة بن الاسقع قال رسول الله ﷺ اعطیت مکان التوراة السبع الطوال واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل السبع المئین وفصلت بالمفصل . (مسند احمد بن حنبل: ۴ / ۱۰۷)

یعنی مجھ کو توریت کے بدلہ میں قرآن کی سات بڑی سورتیں عطا ہوئی ہیں، اور زبور کے بدلہ میں سو آیتوں والی سورتیں اور انجیل کے بدلہ میں سورہ فاتحہ اور مجھ کو مفصل سورتیں عطا فرما کر فضیلت دی گئی ہے۔ (باقی آئندہ)

بھی اس ترتیب میں تغیر کی جرأت نہیں کر سکتا تھا، مثلاً:

الف: ..... تذکرۃ الحفاظ میں ہے:

ان الحجاج خطب فقال ان ابن الزبیر بدل کلام اللہ فقام ابن عمر فقال کذب لم یکن ابن الزبیر یتستطیع ان یبدل کلام اللہ ولا انت . (تذکرۃ الحفاظ: ۱ / ۳۷)

یعنی حجاج نے خطبہ دیا اور کہا کہ ابن زبیر نے کلام خدا کو بدل دیا، اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ جھوٹ ہے، نہ ابن زبیر کو یہ طاقت تھی کہ وہ کلام اللہ کو بدل سکتے، اور نہ تجھ کو یہ مقدور ہے۔

ب: ..... صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن الزبیر لعثمان ابن عفان ﴿والذین یتوفون منکم﴾ الخ قال قد نسختها الآیة الاخری فلم تکتبها او تدعها قال یا ابن اخی لا اغیر شیئاً منه من مکانہ . (صحیح بخاری: ۳ / ۶۷)

یعنی ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آیت ﴿والذین یتوفون منکم﴾ ایک دوسری آیت سے منسوخ ہو چکی ہے تو آپ اس آیت کو نہ لکھتے، یا یہ کہا کہ اس کو چھوڑ دیتے، اس پر عثمان نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! میں قرآن کی کسی چیز کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔

الغرض جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھوں میں بہ ذریعہ تواتر موجود ہے، وہ یقیناً اسی ترتیب کے مطابق ہے، جس پر حضرت جبریل علیہ السلام کا دور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سالانہ ہوا کرتا تھا۔

۳: تیسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلاوت کو ہفتہ پر اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ ہر روز کے لیے ایک مقدار معین فرمائی تھی، اس مقدار کا نام حزب ہے، حزب کی جو تفصیل حدیث میں آئی ہے، وہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب سور عہد نبوی میں بالکل وہی تھی جو آج ہے، اس کی شہادت کے لیے

## انسانی زندگی پر معصیت کے اثرات

مشتاق احمد عبدالحنان

مجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم ناپ تول میں کمی کی عادی ہو اسے اللہ تعالیٰ قحط میں مبتلا کر دے گا، جس قوم میں حرام کاری پھیل جائے، اس میں اموات بہ کثرت ہوں گی، اور جس قوم کا شیوہ سود خوری ہو وہ جنون میں مبتلا ہو جاتی ہے جس قوم میں وبائے قتل عام ہو جائے، اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ جس قوم میں اغلام بازی اور لواطت پھیل جائے، ان میں زمین میں دھنسانے کا واقعہ رونما ہوتا ہے، اور جو قوم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہیں کرتی، ان کے ناعمال قبول ہوتے ہیں نہ دعائیں۔

گناہ کا اثر:

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ قریش سے فرمایا: اے قبیلہ قریش! ریاست و خلافت کے تم اس وقت تک حق دار ہو جب تک تم اللہ کی معصیت کا ارتکاب نہ کرو اور جب اس کی معصیت کا ارتکاب کرو گے تو تم پر ایسے لوگ مسلط ہو جائیں گے جو تمہیں اس چھڑی کی طرح چھیل کر رکھ دیں گے، پھر آپ نے چھڑی کو چھیل دیا اور وہ بالکل سفید نکل آئی۔ (مسند احمد)

حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انسان گناہ رات کی تاریکی میں کرتا ہے اور صبح کو اس کے چہرے پر گناہ کی رسوائی و ذلت کے آثار ہویدا ہوتے ہیں۔

علم سے محرومی:

گناہ اور معاصی کے برے اثرات میں سے ایک اثر یہ ہے کہ آدمی علم سے محروم کر دیا جاتا ہے، کیونکہ علم نور ہے، جو اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں القاء کرتا ہے اور معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔ حضرت

اس عالم آب و گل میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اپنے اندر کوئی اثر نہ رکھتی ہو، مثلاً: آگ کی تاثیر جلانا ہے، پانی کا اثر ٹھنڈک اور سیرابی ہے، دوا کا اثر مرض کو اچھا کر دینا ہے، نیکی کا اثر سلامتی ہے، گالی دینے کا اثر غیرت میں ہیجان پیدا ہونا ہے، بدکاری کا اثر بیماریوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، کم تولنے کا اثر قحط سالی اور مصائب ہے، بدعہدی کا اثر اغیار کا تسلط ہے۔ غرض کہ دنیا کی ہر چیز کا اثر پڑتا ہے۔ بھلائی کی الگ تاثیر ہے اور ہر برائی کی تاثیر ہے۔

زیر نظر مضمون میں ہم نفس گناہ کے اثرات کا جائزہ لیں گے کہ انسانی زندگی پر اس کے کیا کیا اثرات ہوتے ہیں اور یہ تجزیہ کریں گے کہ دین میں فساد اور بگاڑ کے علاوہ ان سے اقتصادی معاشی اور اخلاقی پہلو سے کیا کیا تباہی آتی ہے۔ ممکن ہے اس سے گناہ گاروں کو انتباہ ہو اور وہ اپنی آئندہ زندگی کو نیکی اور خیریت کے راستے پر لگانے کا عزم کر لیں۔ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ گناہ و معاصی ضرر رساں ہیں اور ان کی مضرت اور تاثیر انسانی زندگی پر ایسی ہی ہے، جیسے جسم پر زہر، گناہ اور معاصی اس عالم آب و گل میں جملہ مفسد و مصائب کا منبع ہیں۔ غور کرو! کس چیز نے باو آدم کو جنت سے نکال کر دنیا کے رنج و الم کے بھنور میں ڈال دیا۔ ابلیس لعین کو کس شے نے آسمانی مملکت سے نکال باہر کیا اور کس وجہ سے عالم گیر طوفان نوح برپا ہوا؟ اور کس بات نے قوم عاد پر باد صرصر کو مسلط کیا؟ اور کس بات نے قوم ثمود پر تباہی نازل کی؟ اور وہ کیا شے تھی جس نے قوم شعیب پر شعلہ انگیز مینہ برسایا؟ فرعون کیوں غرقاب ہوا؟ قارون کیوں مال و متاع اور گھر بار سمیت زمین میں دھنسا گیا؟ قوم صالح کی ہلاکت کا باعث کیا تھا؟ بنی اسرائیل کیوں قیامت تک کے لیے ذلت و مسکنت کے مستحق ہو گئے؟

ضعف اس طرح کہ جب دل قوی اور مضبوط ہوگا تو بدن بھی توانا اور مضبوط ہوگا۔ فاسق و فاجر کا جسم خواہ کیسا ہی توانا ہو، بہ وقتِ ضرورت وہ نہایت کمزور ثابت ہوتا ہے اور اپنی حفاظت کے وقت اس کی قوت و طاقت جواب دے جاتی ہے۔ فارسیوں اور رومیوں کی قوت و طاقت کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ بہ وقتِ کارزار ان کی ساری توانائیاں خاک آلود ہو گئیں، اور مسلمان روحانی طاقت کی بہ دولت فاتح اور کامران رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ گناہ کے اثر سے چہرہ سیاہ، دل تاریک، جسم نحیف و لاغر، رزق تنگ اور آدمی معاشرہ میں ذلیل و خوار ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيبٍ ۝﴾

[الحج: ۳۱]

یعنی جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ آدمی ایسا ہے، گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لے گئے، یا ہوا نے اسے دور و دراز جگہ میں پھینک دیا۔

بے وقعتی:

گناہ کا ایک مہلک اور تباہ کن اثر یہ ہوتا ہے کہ گناہ انسان کی ذلت و رسوائی، نفرت و حقارت اور بے توقیری کا سبب بنتا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گناہ گار اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلیل و رسوا ہیں اور جب کوئی اللہ کی نظر عنایت سے گر جاتا ہے تو اسے کوئی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ سورۃ الحج (آیت: ۱۸) میں ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرتا ہے، پھر اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اگرچہ لوگ اپنی ضرورت کے تحت یا شر اور خطرہ سے بچنے کے لیے، ان کی عزت و تکریم کریں مگر وہ ان کے دلوں میں ازبس ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔

عقل میں عدم توازن:

گناہ کا ایک بڑا مضر اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے عقل میں فتور آتا ہے۔ عقل ایک نور الہی ہے اور معصیت نور عقل کو گل کر دیتی ہے۔ اور جب اس کا نور بجھ جائے تو وہ ناقص اور خراب رہ جاتی ہے اور وہ کوئی

امام مالک رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے کمال ذہانت و فطانت سے متاثر ہو کر فرمایا: مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر خاص نور کا فیضان کیا ہے، اسے معصیت کی تاریکی سے گل نہ کرو۔“ امام شافعی کے مشہور اشعار ہیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من الہ

ونور اللہ لا یعطی لعاص

”میں نے وکیع سے خرابی حفظ کا شکوہ کیا تو انھوں نے ترکِ

معاصی کی وصیت کی، کیونکہ علم اللہ کی جانب سے ایک نور

ہے، اور اللہ کا نور کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔“

رزق سے محرومی:

گناہ کے من جملہ بُرے اثرات کا ایک اثر رزق سے محرومی ہے۔ مسند احمد میں حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ارتکاب گناہ کی وجہ سے انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے، جس طرح تقویٰ اور طاعت رزق کا باعث ہے، اسی طرح اس کی ضد ترک تقویٰ ختمِ منفعت، اور فقر و فاقہ کا باعث ہوگا:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي

لَشَدِيدٌ ۝﴾ [ابراہیم: ۷]

یعنی اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور نعمتوں سے مالا مال کروں گا، اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو یاد رکھو میں عذاب بہت سخت ہے۔

چنانچہ رزق و معاش کے حصول کی خاطر تقویٰ اور ترکِ معاصی سے بڑھ کر کوئی چیز مفید نہیں۔

ضعف و ناتوانی:

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ وہ قلب و جسم میں ضعف و ناتوانی پیدا کرتا ہے، دل کی ناتوانی اس طرح کہ وہ اس قدر افسردہ و پشیمردہ ہو جاتا ہے کہ اس سے زندگی کا اثر محو ہو جاتا ہے اور جسم کی ناتوانی اور

صحیح فیصلہ نہیں کر پاتی:

﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۚ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۚ﴾ [القلم: ۳۶، ۳۵]

یعنی کیا ہم اطاعت شعاروں کو مجرمین کی طرح کر دیں گے؟  
اے کافر! تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اتقوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ مِنْ نُورِ اللَّهِ.))

یعنی مؤمن بندے کی فراست (فہم و ذکا) سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ  
اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اس کا فیصلہ قطعی صحیح ہوتا ہے۔

آفات و نحوست:

مآثم و معاصی کا ایک تباہ کن اثر یہ ہے کہ زمین میں طرح طرح  
کے بگاڑ اور فساد رونما ہوتے ہیں پانی خراب ہو جاتا ہے، آب و ہوا  
خراب ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں اور باغات آفات و حوادث کی نذر  
ہو جاتے ہیں۔ مکانات منہدم ہو جاتے ہیں، قحط سالی و بے برکتی، اور  
زلزلہ و بھونچال زمین پر برپا ہوتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي  
النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ  
يَرْجِعُونَ ۝﴾ [الرؤم: ۴۱]

یعنی خشکی و دریا ہر جگہ لوگوں کے کثرت کے سبب فساد اور بگاڑ  
پیدا ہو گیا ہے، تاکہ بعض برے کثرت کا وہ لوگ مزہ چکھ لیں  
اور برائی سے باز رہیں۔

آنحضور ﷺ نے قوم ثمود کے علاقے سے گزرتے ہوئے صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے کھنڈرات میں بلاروئے ہوئے داخل ہونے سے  
منع فرمایا، ان کے چشموں اور کنوؤں کا پانی استعمال کرنے سے روکا حتیٰ کہ  
وہ آنا جو اس پانی سے خمیر بنالیا گیا تھا اسے اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا۔  
غیرت و حمیت کا خاتمہ:

گناہ اور معصیت کا ایک مضر اور تباہ کن اثر یہ ہے کہ غیرت دل  
سے کافور ہو جاتی ہے جس سے اعضاء و جوارح ناکارہ اور شل ہو کر رہ

جاتے ہیں۔ آدمی مدافعت کی طاقت اور جذبے سے محروم اور عاری  
ہو جاتا ہے۔ اپنے گھر میں برائی ہوتے دیکھتا ہے اور کچھ نہیں کرتا بلکہ  
دیوٹ بن جاتا ہے۔ اس پر جنت حرام ہے اور سب سے اشرف اور  
بلند ہمت وہ لوگ ہیں جن کی غیرت و حمیت انتہا درجے کی ہو۔ بخاری  
شریف کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت  
پر اظہار حیرت کر رہے ہو؟ سنو! میں ان سے بھی غیور ہوں اور اللہ مجھ  
سے بھی زیادہ غیور ہے۔

زوالِ نعمت:

گناہ کی ایک جانکاہ سزایہ ہے کہ وہ زوالِ نعمت کا موجب اور اللہ  
کی ناراضگی و خفگی کا باعث ہے۔ نعمت کا زوال اور قدرت کی گرفت  
صرف گناہ کی وجہ سے ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾

[الشوری: ۳۰]

یعنی تمہیں جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی کرنی کے  
نتیجہ میں۔

اور سورہ انفال (آیت: ۳۵) میں ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ  
حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ [الأنفال: ۵۳]

”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ کبھی وہ نعمت بدلنے والا نہیں جو  
اس نے کسی قوم پر کی ہو، یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان  
کے دلوں میں ہے۔“

وحشت و مرعوبیت:

معصیت اور گناہ کی ایک سزایہ ہے کہ گناہ گار کے دل میں  
مرعوبیت اور خطرناک وحشت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ خوفزدہ اور  
سراسیمہ رہتا ہے اور وحشت و اجنبیت اور لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔  
کیونکہ طاعت و بندگی اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم مستحکم قلعہ ہے جو اس میں  
داخل ہو گیا وہ اطمینان و سکون، امن و امان، حلاوت و مٹھاس، غرض کہ  
دنیا کی تمام لذات و آسائش سے بہرہ ور ہو گیا اور دنیا و آخرت کے

پیشتر جرأت کرنے کی ہمت نہ تھی، چنانچہ شیطان ورغلانے، بہکانے، خوف و ہراس اور فریب و وسوسہ میں مبتلا کرنے کی جرأت کرتا ہے اور انسان کا شیطان اس کے سامنے اور پس پشت ہر ممکن ایذا رسانی پر جری اور دلیر رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے اہل و عیال، خادم، پڑوسی اور چوپائے تک اس کی اذیت کے درپے ہوتے ہیں۔ کسی سلف کا مقولہ ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کا اثر اپنی بیوی اور سواری میں بھانپ لیتا ہوں۔

#### خیانت:

معصیت کا خطرناک اثر یہ بھی ہے کہ وہ گناہ گار کی خیانت کرتا ہے۔ عین اس وقت جب وہ اس کی خیر خواہی کا بے حد محتاج ہوتا ہے، گناہ و معاصی علم و عرفان کے حصول میں خلل انداز ہوتے ہیں، حقیر و ادنیٰ اور ہنگامی مفاد کو اشرف و ابدی منافع پر ترجیح اور فوقیت دینے میں فریب اور خیانت کرتے ہیں۔ چنانچہ علم کی تکمیل میں گناہ حائل ہو جاتا ہے اور مفید اور بہتر امور کی تحصیل میں حجاب بن جاتا ہے۔ غرض کہ گناہ گار انسان جب کسی کرب و بلا اور رنج و الم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے دل و دماغ اور بدن کے تمام اعضاء آڑے وقت میں جواب دے جاتے ہیں۔ اور اسے بے یار و مددگار تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

#### خود فراموشی:

معصیت کی ایک شامت یہ ہے کہ وہ گناہ گار کو اس کی ذات سے فراموش کر دیتی ہے، جب وہ اپنے نفس کو بھول جاتا ہے تو اسے مہمل اور بے کار سمجھتا ہے اور ضائع و برباد کر دیتا ہے سورۃ الحشر میں ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ﴾ [الحشر: ۱۹]

یعنی ان کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں بھی ایسا کر دیا کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے۔“

سورۃ التوبہ (آیت: ۶۷) میں ہے:

﴿نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ [التوبہ: ۶۷]

#### اسباب ہلاکت:

معصیت و گناہ کی ایک بدترین سزا یہ بھی ہے کہ وہ دنیا و آخرت

تمام مصائب سے محفوظ ہو گیا اور جو شخص نافرمانی کے باعث اس سے باہر رہ گیا، وہ ہر طرف سے خطرات و مصائب میں گھر گیا۔

#### محرومی:

معصیت اور گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ گار کے علم و عمل، طاقت و بندگی اور رزق و معاش، غرض کہ دین و دنیا سے برکت سلب اور ختم کر دی جاتی ہے۔ اللہ کے نافرمان تمام ضروریات زندگی میں بے حد منحوس اور بے برکت ہوتے ہیں۔ سورۃ اعراف (آیت: ۹۶) میں ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الأعراف: ۹۶]

یعنی اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم (ان کے اعمال کی وجہ سے) ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔“

اور سورۃ جن (آیت: ۱۶) میں ہے کہ

”اگر وہ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو بہ افراط پانی سے سیراب کرتے۔“

حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میں معبود والہ ہوں، جب کسی پر راضی ہو جاؤں تو وسعت و برکت کرتا ہوں، اور میری برکت بے پایاں ہے اور جب کسی پر ناراض ہو جاؤں تو لعنت بھیجتا ہوں، اور یہ لعنت ساتویں پشت تک اثر انداز ہوتی ہے۔“

مسند احمد میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے حکم کی مخالفت کرنے والوں پر ذلت و حقارت مسلط کر دی گئی ہے۔“

#### حقارت:

گناہ کی ایک بھیانک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ گار کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق نہایت جری اور دلیر ہو جاتی ہے، جسے گناہ سے



میں انسان کی ہلاکت کے اسباب مہیا کرتا ہے، کیونکہ گناہ ہی سے دل کو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں، جب مریض کا مرض مزمن ہو جائے اور پرانا بھی تو دل فیل ہو جاتا ہے۔ حفظانِ صحت اور جسمانی قوت بحال رکھنے کے لیے مفید غذا نہایت ضروری ہے اور استغراق و تنقیہ جس سے فاسد مواد اور ردی اخلاط کا اخراج ممکن ہو۔ مضر صحت اشیاء کے استعمال سے پرہیز ضروری ہے۔ اس طرح دل کی زندگی اور روحانی صحت کی تکمیل اور حفظانِ صحت ان ہی اصولوں پر موقوف ہے۔

**تنگ و تاریک زندگی:**

معصیت و گناہ کی ایک جانکاہ سزایہ بھی ہے کہ دنیا اور عالم برزخ میں وہ تنگی معیشت کا باعث اور عالم آخرت میں عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ سورہ ط میں ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُ كَيْدَهُ الْقَبِيلَةَ أَعْمَى﴾ [طہ: ۱۲۴]

”اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے تو اس کی معیشت بھی تنگ

ہوگی اور اسے قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھایا جائے گا۔“

بعض مفسرین نے ”معیشت ضنکا“ کی تفسیر عذابِ قبر سے کی ہے، بلاشبہ عذابِ قبر میں تنگ زندگی ہے، لیکن آیت اس سے وسیع تر مفہوم پر حاوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تنگ زندگی کو اپنے ذکر اور احکام سے اعراض کا نتیجہ قرار دیا ہے اور ہر اعراض کرنے والے کی زندگی اس کے اعراض کے مطابق تنگ و تاریک ہوگی، خواہ وہ دنیا میں مالا مال ہو، وسیع رزق سے بہ ظاہر بہرہ ور ہو، مگر اس کا دل بے پناہ ذلت، وحشت اور حسرت و کوفت سے چور ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حیاتِ طیبہ اور آسودہ حالی کا مژدہ اہل ایمان اور انیک لوگوں کو سنیا ہے۔ سورہ نحل میں ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوَةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: ۹۷]

”جس کسی نے اچھا کام کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو یاد رکھو ہم ضرور سے (دنیا میں) اچھی

زندگی بسر کرائیں گے۔ اور (آخرت میں بھی) ان کے بہترین عمل کا ضرور اجر دیں گے۔“

ان عقوبات و سزا کے علاوہ اور بھی بہت سی نحوست، برائیاں اور شامتیں ہیں، مگر عبرت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مزید نصیحت و عبرت کے لیے ان شرعی حدود کا استحضار کرنا چاہیے۔ مثلاً: شریعت کا حکم ہے کہ تین درہم چوری کے بدلے چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ رہنوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ پیر کاٹ دیے جائیں۔ شراب پینے، اور زنا کی جھوٹی تہمت لگانے پر کوڑوں کی سزا ہے۔ حرام کاری کی سزا سنگ ساری یا سو کوڑے اور سال بھر کی جلا وطنی ہے۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے، تارک نماز اور کلمہ کفر کہنے والے کی سزایہ ہے کہ ستر تن سے جدا کر دیا جائے۔ چوپائے کے ساتھ حرام کاری، لونڈے بازی اور اغلام میں فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ نماز باجماعت ادا نہ کرنے والے کے گھروں کو جلا دینے کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی سزائیں شریعت کے مختلف جرموں کے لیے تجویز کی ہیں۔ الغرض گناہوں کی سزا، شرعی حدود اور قدرتی انتقام کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے، دنیا میں ان کا اثر دل اور جسم دونوں پر ظاہر ہوتا ہے اور عالم برزخ اور عالم آخرت میں بھی ان کا اثر ظہور پذیر ہوگا۔ چنانچہ جرم کی سزا بہر حال مل کر رہتی ہے لیکن آدمی اپنی نادانی کے باعث اس سزا اور عقوبت کے شعور سے بہرہ نہیں ہوتا ہے۔ گناہ و معاصی پر سزا و عقوبات کا ظہور اسی طرح ناگزیر ہے۔ جس طرح آگ سے جلاؤ، اور زہریلی اشیاء سے ہلاکت۔

بسا اوقات انسان غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے کہ وہ گناہ تو کرتا ہے مگر اس کی سزا کا اثر نہیں دیکھتا، پتا نہیں چلتا کہ وہ اپنا اثر کر رہا ہے۔ مگر حقیقتاً اس کا اثر ہوتا ہے۔ البتہ بعض اوقات ہلکے زہر کی طرح بتدریج اثر کرتا ہے۔ اب اگر انسان اس مہلک مرض کا تذکرہ کر لے تو فہم اور نہ بالآخر ہلاکت یقینی ہے۔ یہ فقط ایک گناہ جس کی تلافی نہ ہو سکی ہو اس کی سزا ہے، مگر جہاں گناہوں کے انبار لگے ہوں، اس کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو ارتکابِ معصیت سے بچائے، آمین۔



محدث سندھ

## مولانا بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

۲۵

ملا، لوگوں تک توحید و سنت کی تعلیم پہنچی، بیسیوں مدارس اور سینکڑوں مساجد تعمیر ہوئیں جن میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی دل نواز صدائیں گونج رہی ہیں اور جب تک یہ دنیا قائم ہے ان مدارس و مساجد سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ترانے گونجتے رہیں گے۔ یہ سب حضرت علامہ بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کے خلوص وللہیت، دین اسلام سے سچی محبت اور مسلک اہل حدیث سے گہرے شغف کا ثمرہ ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سندھ جیسے علاقے میں، جہاں وڈیرہ شاہی اور پیروں کی گدیاں عام ہیں اور لوگ اسلامی تعلیم سے نابلد ہیں، بغیر کسی دنیوی لالچ کے دینی تبلیغی کام کیا۔ انھوں نے زبان و بیان سے بھی تبلیغی خدمات سرانجام دی، تصنیف و تالیف کو بھی دینی سرگرمیوں کا محور بنایا، درس و تدریس کی بھی بزم سچائی اور مناظروں اور مباحثوں سے بھی اسلام کی حقانیت ثابت کر کے اسلام کا پرچم بلند کیا۔ بلاشبہ ان کی دینی و مسلمانی سرگرمیوں کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا نام تو میں عہد طفولیت سے ہی اپنے ماموں مولوی محمد شریف رحمہ اللہ سے سنتا آیا تھا۔ اور جب شعور کی آنکھ کھلی، علم و ادب سے آشنائی ہوئی اور لکھنے پڑھنے کا ذوق پروان چڑھا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دینی و علمی کارناموں سے آگاہی ہوئی۔ میری حرماں نصیبی ہے کہ میں ان کی خدمت عالیہ میں سلام عرض کرنے کی سعادت سے محروم رہا۔ البتہ کئی سال پہلے میں ”مرید کے“ کے نواجی قصبے تنگل سہداں میں انعقاد پذیر دینی اجتماع میں شریک تھا کہ ایک روز ایک بزرگ عالم دین اپنے کچھ ارادت مندوں کے ہمراہ میرے قریب سے گزرے۔ میرے پاس کھڑے دوست نے بتایا کہ یہ بزرگ مولانا سید

باب الاسلام سندھ میں آباد راشدی خاندان کے گل سرسبد، شیخ العرب والجم علامہ بدیع الدین شاہ راشدی (المعروف پیر جھنڈا) اپنے تجربہ علمی، تحقیق، ذوق مطالعہ، وسعت معلومات، کتاب دوستی، دینی علوم میں کامل درک، فہم و بصیرت، صلاح و تقویٰ، نیکی، دین داری، حسن اخلاق، منکسر المزاجی، قرآن و سنت سے گہری وابستگی، مسلک اہل حدیث سے والہانہ شغف اور علم و عمل کے اعتبار سے منفرد اوصاف و کمالات کے حامل عالم دین تھے۔

ان کی دینی تبلیغی سرگرمیوں کا مقصد توحید و سنت کی شمع کو فروزاں کرنا تھا۔ صوبہ سندھ میں اگرچہ پہلی صدی ہجری میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے ذریعے اسلام آچکا تھا اور بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام بھی ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود آج بھی خود کو مسلمان کہلانے والے خود کو صحیح طرح اسلامی تعلیم کے مطابق نہیں ڈھال سکے۔ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی آپ کو ایسے لوگوں کی کثیر تعداد ملے گی جو شخصیت پرست، قبروں کی پجاری، غیر شرعی رسوم اور شرکیہ افعال میں ملوث نظر آئے گی۔ اس ناگفتہ بہ صورت حال کو دیکھ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آواز حق بلند کی اور لوگوں کے عقائد باطلہ کی اصلاح کرتے ہوئے انھیں توحید و سنت کی راہ دکھائی۔ اس سلسلے میں انھیں کٹھن حالات اور بے پناہ مصائب سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا لیکن وہ لومۃ لائیم کی پروا کیے بغیر ثابت قدمی سے اپنے مشن پر گامزن رہے اور ان کے پائے ثبات میں ذرا الغرض نہ آئی۔

شاہ صاحب کی تبلیغی مساعی اور جہد مسلسل کے بڑے اچھے اثرات ظاہر ہوئے۔ بالخصوص صوبہ سندھ میں مسلک اہل حدیث کو بڑا فروغ

بدیع الدین شاہ راشدی صاحب ہیں۔ نورانی چہرہ، مہندی سے رنگی خوب صورت داڑھی، چمکتی آنکھیں، روشن پیشانی، میانہ قد، سندھی انداز کا لباس زیب تن، سر پر سندھی ٹوپی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے چلے جا رہے تھے۔ ان کے انداز و اطوار سے سادگی اور دین داری کا پہلو نمایاں تھا۔ میں دیر تک ان کو عقیدت و محبت سے دیکھتا رہا۔ وہ اونچے خاندان کے صاحب فضل و کمال عالم دین تھے۔ ان میں خاندانی شرافت اور اپنے بڑوں کا تہن و تقویٰ نمایاں نظر آتا تھا۔ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی ان کا سراپا میری نظروں کے سامنے متحرک نظر آتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کارناموں اور ان کی زندگی کی ایک جھلک قارئین کو دکھائی جائے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ان کا خاندانی پس منظر بیان کرنا ضروری ہے حضرت شاہ صاحب کے آباء و اجداد عراق کے علاقے کاظمین سے ترک سکونت کر کے کئی شاہ صدر ضلع دادو سندھ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ خاندان کے جد امجد نے تبلیغ اسلام کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا، آگے چل کر ان کی اولاد نے بھی اسی مشن کو اپنایا اور اس نیک کام کے لیے سندھ کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ اس خاندان میں بڑے عالی قدر لوگ پیدا ہوئے، انھوں نے شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے سندھ میں توحید و سنت کی ضیاء پاشیاں کیں اور حق کا علم بلند کیا۔

سید فضل اللہ شاہ، سید رشید الدین شاہ المعروف ”پیر سائیں بیعت والے“، سید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی ”پیر سائیں شریعت والے“، پیر احسان اللہ شاہ راشدی اس خاندان کے معروف بزرگ اور تابندہ ستارے ہیں۔

راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سید محمد بقا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ یکم رمضان ۱۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نہایت نیک اور سنت نبوی کے پابند عالم دین تھے۔ دینی علوم کی تحصیل کے بعد انھوں نے اپنی تبلیغی مساعی سے اس وقت مروجہ غیر شرعی رسوم اور شرک و بدعت کے خلاف آواز بلند کیا اور

اپنی خاندانی حیثیت اور تبلیغ اسلام سے کئی مردہ سنتوں کو زندہ کیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سندھ میں سب سے پہلے نماز مغرب سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کا عمل آپ نے شروع کرایا تھا۔ انھوں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے۔ آپ کے ارشادات و فرامین کو آپ کے عقیدت مندوں نے باقاعدہ ملفوظات کی صورت میں جمع کر لیا تھا۔ ان ملفوظات میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے آپ کی تبلیغ و اصلاح سے لوگوں میں سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کا پتا چلتا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سید محمد راشد شاہ اس علاقے کے پہلے عالم تھے جنھوں نے اپنے خاندان میں سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی طرح ڈالی، تقلید شخصی کی بجائے اطاعت رسول ﷺ کو حوزہ جاں بنایا۔ اس عظیم المرتبت عالم دین کے اٹھارہ بیٹے تھے ان میں سید صبغت اللہ شاہ راشدی اور سید محمد یاسین شاہ نے بڑی شہرت پائی۔

سید محمد راشد شاہ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی دونشائیاں موجود تھیں۔ ایک پگڑی اور دوسرا جھنڈا۔ یہ دونوں چیزیں افغانستان کے بادشاہ تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے سید محمد راشد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی سندھ میں دینی و اسلامی خدمات کے باوصف ازراہ عقیدت پیش کی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد عقیدت مندوں اور خاندانی افراد نے فیصلہ کیا کہ پگڑی سید صبغت اللہ شاہ کے سر پر باندھ دی جائے اور جھنڈا سید محمد یاسین شاہ کو دے دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور پھر یہ خاندان دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ سید صبغت اللہ شاہ کی اولاد پیر پگاڑہ (پگڑی والے) اور سید محمد یاسین شاہ کی اولاد پیر جھنڈا (صاحب علم) کہلائی۔

اب تک سات پیر پگاڑہ اپنے والد کی مسند پر فائز ہوئے۔ بالترتیب ان کے نام یہ ہیں:

- ۱: سید صبغت اللہ شاہ راشدی ۲: سید علی گوہر شاہ راشدی
- ۳: سید حزب اللہ شاہ راشدی
- ۴: سید علی گوہر شاہ ثانی (پاکلی والے)
- ۵: سید شاہ مردان شاہ (کوٹ والے)

ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔ دینی تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کر کے اصلاح معاشرہ کے لیے بھرپور طریقے سے تحریک شروع کی اور اس سلسلے میں اپنے حلقہ احباب کی تربیت کر کے انھیں شرک و بدعت اور خلاف شرع رسوم کے خلاف برسر پیکار کیا۔ آپ پوری طرح خود بھی سنت نبوی ﷺ کے پابند تھے اور اپنے مریدین کو بھی یہی درس دیتے تھے۔ بلکہ انھوں نے عملی طور پر جہاد میں شرکت کے لیے بیعت بھی لی۔ اس باعث آپ کو ”پیر سائیں بیعت والے“ بھی کہا جاتا ہے۔ راشدی خاندان میں آپ پہلے عالم ہیں جنھوں نے کھلے بندوں مسلک اہل حق کا اظہار کیا اور فقہ کے برعکس حدیث رسول ﷺ کو اہمیت دی۔ ان کے مسلک و عقیدہ کے بارے میں مولانا دین محمد وفائی لکھتے ہیں:

”آپ کا مسلک اہل حدیث کے مذہب کے موافق تھا۔ یہ بزرگ اہل حدیث مسلک والوں کے قول کے مطابق اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرتے تھے۔ فوت شدہ بزرگوں سے مدد لینے کے قائل نہ تھے۔ اپنے مریدوں کو بھی منع کرتے تھے۔“ (تذکرہ مشاہیر سندھ، جلد اول، ص: ۲۱۴)

آپ نہایت نیک اور دینی تڑپ رکھنے والے انسان تھے معاشرے کی اصلاح ہر وقت ان کے پیش نگاہ رہتی۔ اس فکر اور خیال کے تحت انھوں نے اپنے گاؤں پیر جھنڈا میں دینی مدرسہ قائم کیا اور ایک علمی کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

۴۔ سید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی:

آپ پیر جھنڈہ کی مسند علم و فضیلت کے چوتھے وارث تھے جو اپنے عالی قدر باپ سید رشید الدین شاہ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ صاحب علم و عمل اور حامل زہد و تقویٰ تھے۔

ان کی تعلیم و تربیت خالص دینی و علمی ماحول میں ہوئی تھی اور ان کے والد نے اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کا بڑا لحاظ رکھا تھا۔ سید رشد اللہ شاہ نے دینی تعلیم کے بعد خود کو اسلام کے لیے وقف کر دیا اور توحید

۶: سید صبغت اللہ شاہ (ثانی) پگڑی والے

۷: سید شاہ مردان ثانی راشدی عرف سکندر علی شاہ پیر پگاڑہ

راشدی خاندان کی دوسری شاخ ”پیر جھنڈا“ کے اکابرین کی فہرست بالتفصیل ذکر کی جاتی ہے:

۱۔ سید محمد یاسین شاہ راشدی ”پیر جھنڈا“ اول:

آپ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سید محمد راشد شاہ رحمہ اللہ سے حاصل کی، تکمیل تعلیم کے بعد خدمت دین اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں دعوت و اصلاح کا کام جاری رکھا، آپ کے خاندان یا جماعت میں جو بدعات، رسوم و خرافات رواج پذیر تھیں، ان کی اصلاح قرآن و حدیث کے ذریعے احسن انداز میں کرتے رہے۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ، جلد اول، ص: ۱۶۶)

سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ نے اپنے ارشادات و ملفوظات کو جمع کیا اور اس کا نام ”صراط الطالبین“ رکھا۔ آپ ۱۲۶۸ھ میں اپنے آبائی گاؤں پیر گوٹھ سے نقل مکانی کر کے موجودہ گاؤں پیر جھنڈا ضلع حیدر آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ ۱۵/رجب ۱۲۷۵ھ کو آپ لاڑ (موجودہ ضلع بدین) کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تحصیل گھوٹی کے گاؤں راجو خانی پہنچے تھے کہ فرشتہ اجل موت کا بلا والے کر حاضر ہوا اور آپ اللہ کے حضور پہنچ گئے۔ آپ کا دفن ضلع لاڑکانہ کی سرزمین ہے۔

(ایضاً، ص: ۱۶۷)

۲۔ سید فضل اللہ شاہ راشدی:

موصوف اپنے والد سید یاسین شاہ کی وفات کے بعد پیر جھنڈا دہم کی حیثیت سے مسند نشین ہوئے۔ لیکن خاندانی اختلافات کے باعث حروں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے، آپ لا ولد تھے۔ (راشدی خاندان کا شجرہ، ص: ۵۶)

۳۔ سید رشید الدین شاہ راشدی:

یہ بزرگ ”پیر سائیں بیعت والے“ کے نام سے موسوم تھے۔ اپنے بھائی سید فضل اللہ شاہ کی موت کے بعد ”پیر جھنڈا سوئم“ مقرر

وسنت کی دعوت پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انھیں سندھ میں علمی پس ماندگی اور جہالت کا پورا احساس تھا، چنانچہ انھوں نے سندھ کے لوگوں میں قرآن وحدیث کے علم کی اشاعت وتبلیغ کے لیے ۱۹۰۱ء میں گوٹھ پیر جھنڈہ میں مدرسہ دارالرشاد کی بنیاد رکھی اور علمی مساعی کا آغاز کیا یہ مدرسہ بہت جلد معروف ہو گیا اور اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ مدرسہ دارالرشاد سے سندھ کے علاوہ برصغیر ہند، ایران اور وسطی ایشیا کے سینکڑوں طلباء نے اکتسابِ علم کیا۔ سید رشید اللہ شاہ مطالعہ کتب کے از حد شوقین تھے۔ انھوں نے اپنے مطالعہ اور معلومات کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے مختلف مسائل پر ۷۰ سے اوپر سندھی، فارسی، اردو اور عربی میں کتابیں لکھیں۔ یہ سب کتابیں آپ کے ورثاء کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

سید رشید اللہ شاہ نے ۶ شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۳/اپریل ۱۹۲۳ء کو وفات پائی۔

#### ۵۔ سید احسان اللہ شاہ راشدی:

یہ بزرگ راشدی خاندان کے پانچویں پیر جھنڈا ہیں اور سید رشید اللہ شاہ کے چھوٹے صاحبزادے۔ ۲۷/رجب ۱۳۱۳ھ کو پیدا ہوئے۔ شعور کی آنکھ کھولی تو گھر میں ہی علم کا دریا موجزن تھا۔ آپ نے اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد میں جیداً سائنس کرام، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد مدنی، مولانا اللہ بخش، مولانا احمد علی لاہوری، مولوی خدا بخش اور مولانا اکرم انصاری بالائی جیسے اصحاب علم و فضل سے تعلیم حاصل کی۔ دینی علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی نہ صرف خدمت کو جاری رکھا بلکہ اس میں ایک نئی روح بھی پھونک دی۔ آپ کا حلقہ احباب نہایت وسیع تھا۔ ہندوستان بلکہ تبلیغی مساعی سے باہر کے کئی علماء سے تعلق خاص تھا۔ خصوصاً سلطان ابن سعود رحمہ اللہ سے خاص دوستی اور خط کتابت رہتی۔ (مجلد ہجرا العلوم شیخ العرب والجم نمبر ۷: ۳۴)

سید احسان اللہ شاہ اپنے دور کے جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی قبیح سنت تھے۔ سنت رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت اور عامل

ہونے کی وجہ سے لوگوں میں آپ ”پیر سائیں سنت والے“ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے صاحبزادے علامہ سید محبت اللہ شاہ راشدی (وفات ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء) اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم سید احسان اللہ شاہ تو سنت کے اتباع میں اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ وہ پیر سائیں سنت والے کے نام سے معروف ہو گئے۔ انھیں سنت سے بڑی محبت تھی، اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ فلاں عمل سنت رسول اللہ ﷺ ہے تو جب تک اس پر عمل نہ کر لیتے اس وقت تک انھیں اطمینان حاصل نہ ہوتا۔ والد صاحب کی تیسری شادی ہمارے سامنے ہوئی تھی۔ جب تیسری شادی کے لیے پیر سید محبوب شاہ کے ہاں رشتہ بھیجا گیا وہ حفیث کی طرف مائل تھے، والد صاحب سے کہنے لگے کہ اگر تم رفع الیدین کرنا چھوڑ دو تو میں اپنی دختر آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔ جواب میں والد ماجد نے فرمایا کہ میں ایک عورت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک نہیں کر سکتا۔ ایک کیا ایک ہزار عورتیں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت پر قربان کر سکتا ہوں، یہ کہہ کر وہ واپس چلے آئے۔ (ماہنامہ صراطِ مستقیم کراچی، مارچ ۱۹۵۹ء)

سید احسان اللہ شاہ دینی علوم کے ماہر اور حدیث نبوی سے آگاہی رکھنے والے باکمال عالم دین علم رجال میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی اور آپ رجال حدیث سے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے ان سے متعلق فرمایا تھا کہ آج اگر کوئی فن رجال کا امام ہے تو وہ احسان اللہ راشدی ہیں۔

(ماہنامہ صراطِ مستقیم کراچی، مارچ ۱۹۹۵ء)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے یادِ فرنگاں میں سید احسان اللہ شاہ سے متعلق لکھا ہے:

”مرحوم حدیث ورجال کے بڑے عالم تھے ایک خانقاہ کے سجادہ نشین تھے اور طریق سلف کے قبیح اور علم و عمل دونوں میں ممتاز تھے۔“ (یادِ فرنگاں، ص: ۸۶، طبع کراچی)

سید احسان اللہ شاہ کو کتابوں کے ساتھ خاص شغف تھا۔ ان کے کتب خانہ میں نادر و نایاب کتابوں کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔ آخری عمر

### ضرورتِ خادم

مسجد مبارک اہل حدیث لالہ زار کالونی اوکاڑا میں ایک خادم کی ضرورت ہے جو مسجد کی خدمت کے ساتھ اذان اور بہ وقت ضرورت امامت بھی کروا سکے۔ فون پر رابطہ یا بالمشافہ ملیں۔

عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ، اوکاڑا  
فون: 0312-4403173 / 044-2521460

### شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کی اہلیہ وفات پا گئیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ ۱۶ فروری ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ قضاۃ الہی سے وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔  
مرحومہ صالحہ وعابدہ خاتون تھیں۔ قارئین الاعتصام سے التماس ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ ادارہ الاعتصام  
مرحومہ کے بیٹوں مولانا عبدالحکیم جانباز، مولانا عبدالحلیم جانباز اور دامان مولانا قاری عبدالرحمن کے غم میں شریک ہے۔ نماز جنازہ قاری شفیق الرحمان علوی نے پڑھائی۔ اللہم اغفر لہا وارحمہما۔ (ادارہ)

### ضرورتِ مدرس

ایک مدرس برائے حفظ القرآن جو تجوید و قرأت کے ماہر ہوں، کی فوری ضرورت ہے۔ معقول تنخواہ و دیگر سہولیات میسر ہوں گی، ان شاء اللہ۔  
(قاری محمود الحسن بڈھی مالوی، فون: 0300-7692689)

میں انھوں نے سنن ابن ماجہ کی ایک جامع شرح بنام ”خیمۃ الزجاجہ“ لکھنا شروع کی جو مکمل نہ کر سکے۔ اس عظیم المرتبت عالم نے ۲۵ سال کی عمر میں ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔

۶۔ علامہ سید محبت اللہ شاہ راشدی:

علامہ موصوف چھٹے ”پیر جھنڈا“ تھے جو اپنی خاندانی مسند پر متمکن ہوئے۔ وہ بہت بڑے عالم، حدیث، تفسیر اور فن رجال کے ماہر تھے۔ انھوں نے تحریر و تقریر سے بہت بڑی دینی خدمات سرانجام دیں اور حدیث و تفاسیر اور مختلف دینی مسائل پر کئی علمی و تحقیقی کتب یادگار چھوڑیں۔ دینی و عصری علوم سے پوری طرح بہرور تھے۔ کتابیں پڑھنا اور جمع کرنا ان کا شوق تھا ان کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس نابغہ عصر عالم نے ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو وفات پائی اور اپنے گاؤں میں آسودہ خاک ہوئے۔

۷۔ سید محمد یاسین شاہ راشدی رحمہ اللہ:

یہ محترم علامہ محبت اللہ شاہ راشدی کے بڑے فرزند ہیں جنھیں خاندانی روایات کے مطابق ۲۲ شعبان ۱۴۱۵ھ کو علامہ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین کی اتفاق رائے سے ”ساتواں پیر جھنڈا“ بنایا گیا۔ اس لحاظ سے آپ راشدی خاندان کی شاخ پیر جھنڈا کے موجودہ سجادہ نشین ہیں۔ (باقی آئندہ)

### ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- ⊙ مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- ⊙ مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- ⊙ جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- ⊙ مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداه معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منبر)



## تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

۳۰

کتاب الاربعین

مؤلف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

مترجم و محقق: حافظ زبیر علی زئی ضخامت: ۸۲ صفحات

ناشر: محمد سرور عاصم، مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت ہیں۔ آپ ایک عالم اجل، کثیر التصانیف مصنف اور زود نویس محقق تھے۔ کتاب الاربعین (چالیس احادیث کا مجموعہ) عربی زبان میں تھا۔ ان احادیث کو مخطوطے سے نوٹ کر کے الگ کمپوزنگ کروائی گئی اور اس پر اردو ترجمہ اور مفید حواشی اور نوٹس لگانے کا محنت طلب کام محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ صاحب نے سرانجام دیا ہے۔ نظر ثانی محترم المقام حافظ عبد الحمید ازہر رحمہ اللہ (مکتب الدعوة، اسلام آباد) نے فرمائی۔

چالیس احادیث یاد کرنے اور اسے حافظے میں رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اربعین کئی ایک علمائے کرام و شیوخ عظام نے مرتب فرمائی ہیں۔ ان پر مفید حواشی اور تشریحات بھی لکھی گئی ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مختصر حالات اور ان کے علمی مشاغل کی تفصیل کتاب (ص: ۱۳ تا ۲۱) میں درج ہے۔ احادیث رسول کی تفہیم و تشریح سے مزین یہ کتاب اہل علم کے لیے ایک تحفہ ہے۔

فتاویٰ البانیہ

تالیف: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ ضخامت: ۳۴۹ صفحات

ناشر: مکتبۃ الصدیق السلفیہ، فون نمبر: 0333-2884686

ملنے کا پتا: نعمانی کتب خانہ، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور مکتبہ

الحرمین کراچی تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

دین اسلام کی تشریح و تفہیم کے لیے اللہ کریم نے حضرات مفسرین

عقیدہ ختم نبوت (اہمیت و ضرورت)

تالیف: حافظ محمد امین انجم ضخامت: ۲۲ صفحات

ملنے کا پتا: مدرسہ تعلیم الاسلام للبنات متصل جامع مسجد حظلہ

اہل حدیث، کوٹلی بہرام، سیالکوٹ

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عقیدہ ختم نبوت پر ایمان اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری ہر سچے مسلمان کی نشانی ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے تو وہ دعویٰ باطل قرار پاتا ہے۔ سب مسلمان اس بات پر متفق و متحد ہیں کہ رسالت و نبوت کے آخری سالار جناب حضور نبی آخر الزماں ﷺ ہی ہیں۔

ختم نبوت کے عقیدے کی حفاظت اور اس کے پرچار کی ذمہ داری میں علمائے اہل حدیث نے بڑا وسیع کام کیا ہے۔ تقریری، تحریری، مباحثہ، مناظرے اور مباہلے غرض ہر قسم کے میدانوں میں باطل کی بیخ کنی کے لیے انھوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔

زیر تبصرہ مختصر کتابچہ اسی موضوع کی اہمیت و ضرورت کے تحت جناب حافظ محمد امین انجم کی کاوش ہے۔ مؤلف نے عقیدہ ختم نبوت پر بڑی عرق ریزی سے مواد اکٹھا کیا اور اس عقیدے کی اہمیت و ضرورت پر سیر حاصل مواد بڑی خوبی سے خواندگان گرامی کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کتابچے پر مقدمہ مولانا عبدالغفور اثری اور تصدیق مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ نے فرمائی۔

مؤلف کے خود نوشت حالات بھی صفحہ ۷ پر دیے گئے ہیں۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے یہ مفید و معلوماتی مواد ہے۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ اور کارڈ کور ہے۔



شامل ہیں۔ عورتوں کے مخصوص مسائل، حج و عمرے کے متعلق اہم فتاویٰ کی بالترتیب تفصیل بھی دی گئی ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی سوانح مختصر (ص: ۳۲) پر دی گئی ہے۔

اس کتاب پر جان دار علمی و تحقیقی مقدمہ محترم مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ کا ہے۔ وہ بھی فتویٰ نویسی اور اس کے احکام پر ایک خاصے کی چیز ہے۔

تخریج مولانا راشد حسن صاحب مدرس جامعہ بحر العلوم السلفیہ میر پور خاص سندھ نے کی ہے۔ اردو دان حضرات و خواتین ”فتاویٰ البانیہ“ کا ضرور مطالعہ کریں۔

کتاب نعمانی کتب خانہ لاہور نے کمپیوٹر کمپوزنگ، خوب صورت ٹائٹل سے مزین کر کے مضبوط جلد لگا کر سفید عمدہ کاغذ پر شائع کی ہے۔ قیمت درج نہیں۔

### فضیلتِ برکت

مؤلف: شیخ الحدیث محمد اسلم گھلوی

ضخامت: ۱۲۳ صفحات

ناشر: دارالاکرام اردو بازار لاہور۔ فون: 0302-4677415

ملنے کا پتا: دارالکتب السلفیہ، اقراء سنٹر، اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

کسی چیز میں خیر و بھلائی ہو جانا اور اس میں بڑھوتری ہونا برکت کے معنی میں مستعمل ہے۔ کثرت تو ہر ذی نفس کا مرغوب پسندیدہ عمل اور خواہش ہے۔ مال چاہنے والے اپنے مال کو کثیر دیکھنا چاہتے ہیں۔ جائداد، فیکٹری، کارخانے، کھیت و باغات والے چاہتے ہیں کہ ہمارے مال میں کثرت ہو جائے۔ لیکن اس کثرت مال میں اگر برکت نہیں ہوگی تو یہ کثرت بجائے آسودگی اور اطمینانِ قلب کے بیزاریِ قلب بنے گی۔

زیر تبصرہ کتاب محترم بزرگ عالم مولانا محمد اسلم گھلوی صاحب کی تالیف ہے۔ انھوں نے ”فضیلتِ برکت“ کے عنوان سے مفید مواد کو اکٹھا کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ قرآن و حدیث میں وارد

و محدثین کرام کو روئے زمین میں پھیلا یا۔ دین خالص اسلام ہی اصل دین ہے۔ بدعات و خرافات کے رسیا اور علمائے سوء و مفتیان بدخونے دین اسلام کی جتنی بھی شکل بدلنا چاہی اللہ کریم نے علمائے حقانی کو ساتھ ہی پیدا فرما دیا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے مسائل کے حل کے لیے کتنی ہی کتابیں مارکیٹوں میں موجود ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ موصوف کسی تعارف و تبصرے کی محتاج شخصیت نہیں ہیں۔ علم حدیث کے متعلق آپ کا کام ایک گراں قدر اور قابل تحسین ہے۔ اس دور کے محققین آپ کے کام سے ضرور استفادہ کرتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں مسائل دینیہ اور دنیویہ سے واسطہ رہتا ہے۔ اس لیے کسی تبصرہ عالم دین کے مرتب فتاویٰ ہی سے ہمیں خوشہ چینی کرنا چاہیے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کے لکھے گئے مختلف مقامات پر بکھرے مواد علمیہ و فتاویٰ جات کو یکجا شائع کر کے سائلین کی راہنمائی کے لیے مارکیٹ میں لایا گیا ہے۔ ان فتاویٰ کو اکٹھا کرنے کا کام جامعہ بحر العلوم السلفیہ میر پور خاص سندھ کے مدرس راشد حسن بیرانی خرتیج مرکز الترویہ اسلامیہ فیصل آباد نے کیا ہے۔

کتاب میں جن موضوعات کو اکٹھا کیا گیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

عقیدہ کے مسائل، اس باب میں قبروں پر ذبیحہ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ کاہنوں کے پاس آنا، انبیائے کرام و اولیائے کرام سے مدد وغیرہ مسائل زیر بحث آئے ہیں۔

توحید اسماء و صفات کے مسائل، ایمان کے مسائل، اصول فقہ کے مسائل، غیب کے مسائل، عذاب قبر کا بیان، طہارت کے مسائل، نماز کا بیان، روزے، زکاة، حج کے مسائل، معاملات، لباس، طلاق و ترکہ، سنن و بدعات ذکر و دعا کے علاوہ کھانے و پینے کے مسائل و سوالات کا مدلل جواب دیا ہے۔

اس کے علاوہ اخلاقیات و معاشرتی مسائل بھی تفصیلاً اس میں

ہے کہ قرآن وحدیث ہی اتفاق واتحاد کی بنیاد ہے۔ جملہ مسلمان اپنے اختلافات اور مناقشے اسی بنیاد پر عمل پیرا ہو کر ختم کر سکتے ہیں۔ صفحات: ۶۸ ہیں۔

۲۔ طلاق (قرآن وحدیث کی روشنی میں):..... مسئلہ طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک مجلس میں بہ یک وقت تین طلاقیں خاندانوں میں بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔ حکیم محمد اسرائیل ندوی کے قلم سے قرآن وحدیث کی روشنی کے تحت بیان کیے گئے واقعات وحالات اور ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔ صفحات: ۲۸ ہیں۔

۳۔ التوحید:..... علامہ امام احمد بن حجر رحمہ اللہ کی یہ معرکہ آراء کتاب ۹ صفحات پر مختصر اشائع کی گئی ہے۔ توحید رب العالمین ایک رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی غیر کی عظمت وبزرگی اختیار کرنا انسانی عقل کو مفلوج کر دیتا ہے۔ شرک وبدعت کے داعیوں کا اس پمفلٹ میں رد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے مفید ہے۔

۴۔ توبہ:..... ۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ ڈاکٹر صالح بن غانم سدلان کی تالیف ہے۔ گناہوں کی دلدل میں پھنسے انسان کی توبہ ہی اس کے بچنے کی امید ہوتی ہے۔ اس مختصر مقالے میں توبہ، اس کی حقیقت اور فضیلت پر بات کی گئی ہے۔

”برکت“ کے ضمن میں آیات واحادیث اور انبیاء وصلحائے امت کی ادعیہ مبارکہ کو جمع کیا گیا ہے۔ باحوالہ اور مدلل بھی ہے اور معلومات کے ساتھ ساتھ دلچسپ موضوع لیے ہوئے یہ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ اور خوب صورت مجلد میں ہے۔

دارالکتب السلفیہ اقرائے سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے یہ کتاب حاصل کی جاسکتی ہے۔ قیمت درج نہیں۔

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی نشریات

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور ۱۹۶۷ء سے نشر واشاعت اسلام کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ محترم مولانا محمد یلین راہی اس کے مدیر ہیں۔ ملک بھر کی مساجد و مدارس اہل حدیث میں اس ادارے کے شائع شدہ اشتہارات ودینی کیلنڈر اوقات نماز اور چھوٹے چھوٹے تبلیغی ودینی اصلاحی کتابچے تقسیم ہو چکے ہیں۔ درج ذیل لٹریچر بھی انھوں نے شائع کیا ہے۔ مختیر حضرات کے تعاون سے یہ سب امور سرانجام دیے جا رہے ہیں۔

۱۔ مذہبی فرقہ پرستی اور اسلام:..... یہ کتابچہ مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کتابچے کے مواد میں یہ ثابت کیا گیا

### عمر فاروق لکھوی کو حادثہ

مولانا عمر فاروق لکھوی (ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر اوکاڑا) اور ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی اور سر فراز احمد لکھوی اتوار کی شب موٹر وے پر کار میں دوران سفر ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ عمر فاروق لکھوی صاحب کے کو لہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور وہ لاہور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ جب کہ ڈاکٹر زعیم الدین اور سر فراز احمد کو معمولی چوٹیں آئیں۔ احباب ان کی صحت یابی کے لیے دعا کریں۔ فاروق لکھوی صاحب کا رابطہ نمبر یہ ہے: 0321-6959452 (عبداللہ یوسف، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، شہر اوکاڑا)

”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کانفرنس برائے خواتین

جامعہ سلفیہ للبنات اہل حدیث چوک بیگم کوٹ لاہور میں سالانہ ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کانفرنس برائے خواتین ۵ مارچ ۲۰۱۳ء بروز منگل صبح ۹ تا شام ۵ بجے منعقد ہوگی۔ محترمہ پروفیسر ام عبدالرب صاحبہ (اسلام آباد) ”دور حاضر میں دینی تعلیم کی اہمیت“ کے عنوان پر خطاب کریں گی۔ اس کے علاوہ بھی مبلغات تشریف لائیں گی، ان شاء اللہ۔ اہل اسلام خواتین سے شرکت کی درخواست ہے۔ (پرنسپل ادارہ)

## مغربی تہذیب

نمود و نمائش کی شہنائیاں حسین و دلاویز تنہایاں  
بناوٹ کا بیوپار دھوکے کا مول کہ پیتل کے پتر پہ چاندی کا جھول  
زبانوں پہ کچھ اور دلوں میں کچھ اور زمانہ کو احمق بنانے کے طور  
تبسم کے بہروپ میں زہر خند درندہ مگر صورتِ گو سفند  
تصنع کی موجیں ابھرتی ہوئیں ریاکاریاں رقص کرتی ہوئیں  
مروت سے نفرت حیا سے گریز ہوں ہر قدم پر محبت ستیز  
شرافت کا معیار دولت کے ڈھیر تمدن کے دھوکے سیاست کے پھیر  
پیانو کی لے، جامِ مے کی کھنک نہ آنکھوں میں غیرت نہ دل میں جھجک  
کتابوں کی کثرت مگر علم کم خوشی کی خبر اور نہ عرفانِ غم  
خلوص عمل اور نہ سوزِ یقین دروں تیرہ ساماں بظاہر حسین

شرابیں ہیں اور ڈانگ لاج ہے

یہی بس فرنگی کی معراج ہے

(ماہر القادری)